دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

دارالعلوم

جلد: ۱۰۲ | صفر المظفر - ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ مطابق نومبر - دسمبر ۲۰۱۸ء | شمارہ: ۱۱-۱۲

نگراں

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی

مہتمم دارالعلوم دیوبند

مدیر

مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری

استاذ دارالعلوم دیوبند

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند - ۲۴۷۵۵۴ یوپی

Tel. : 01336-222429 Fax : 01336-222768
Web : http://www.darululoom-deoband.com
www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine
E-mail: info@darululoom-deoband.com

DARUL ULOOM Monthly (Urdu)
R. N. I. No.: 2133/57
Vol. No. 102, Issue No. 11-12, Nov.-Dec. 2018 नवम्बर–दिसम्बर 2018
Printer Publisher :- Maulana Abul-Qasim Numani
Editor :- Maulana Mohammad Salman Bijnori
Owner :- Darul Uloom Grush.
Place of Publication :- Deoband, Saharanpur, U.P.
Printed at: Mukhtar Printing Press Mohalla Bar Ziyaul Haq
Talehari Chungi. Deoband, Saharanpur. U.P.

Rs. 40/= | Annual Subscription Rs. 200/=

Annual by Regd Post. Rs. 440/=

سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے سالانہ -/۱۴۰۰ روپے
بنگلہ دیش سے سالانہ -/۷۰۰ روپے، پاکستان سے ہندوستانی رقم -/۷۰۰ روپے

فہرست مضامین

حرف آغاز	اسلام میں صحابہؓ کا مقام متعین ہے....	محمد سلمان بجنوری	۳
مقام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم	صحابۂ کرام اور علماء دیوبند کا موقف	حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی	۷
	مقام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین	مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی	۱۷
	اجماعِ امت اور عدالتِ صحابۂ کرامؓ	مولانا مہر محمد میانوالی	۳۲
	ایمان کی علامت	حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ	۴۷
	مشاجرات صحابہ اور امت کا طرز عمل	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ	۵۰
	کمالاتِ نبوت کے آئینہ دار	حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ	۶۴
	دینِ الٰہی کے پاسبان	حضرت مولانا محمد زکریاؒ کاندھلوی	۶۷
	تمام صحابہؓ عدل ہیں	محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ	۷۲
	صحابہؓ کا مقام بلند	حضرت مولانا محمد یوسف بنوری	۷۶
	صحابۂ کرامؓ عقل وبصیرت کی روشنی میں	مولانا قاری عبدالعزیز شوقیؒ	۸۴
	حضراتِ صحابۂ کرامؓ قرآن وسنت کی نظر میں	مولانا توحید عالم قاسمی بجنوری	۸۸
	سلام بحضور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم	جناب خان محمد کمترؔ	۹۳
اصلاح معاشرہ	اصلاحِ معاشرہ کی کوششیں ناکام اور بے اثر کیوں؟....	مفتی توقیر عالم قاسمی	۹۴
״	اسلام میں کردار سازی کی اہمیت وضرورت	مولانا اسرار الحق قاسمی	۹۹
مسائل وفتاویٰ		مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند	۱۰۲
احوال وکوائف		مولانا محمد اللہ قاسمی	۱۰۵
وفیات		مولانا محمد اللہ قاسمی	۱۰۸
نئی کتابیں	تعارف وتبصرہ	مولانا اشتیاق احمد قاسمی	۱۰۹

ختم خریداری کی اطلاع

- ○ یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔
- ہندوستانی خریدار منی آرڈر سے اپنا چندہ دفتر کو روانہ کریں۔
- ایک سال کے لیے اگر بذریعہ رجسٹری طلب فرمائیں تو =/440 روانہ فرمائیں۔
- ہندوستان وپاکستان کے تمام خریداروں کو خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

حرف آغاز

اسلام میں صحابہؓ کا مقام متعین ہے
اس سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے

محمد سلمان بجنوری

دو مہینے کا یہ مشترکہ شمارہ حضرات صحابۂ کرامؓ سے متعلق مضامین پر مشتمل ہے، جس کا مقصد اس موضوع پر اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف اختصار و جامعیت کے ساتھ پیش کرنا ہے۔ اس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ ایک معروف ادارے کے ایک قدیم استاذ اور معروف عالم دین نے مشاجرات صحابہؓ پر گفتگو کرتے ہوئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا جو ہمارے تمام اکابر و اسلاف اہل السنۃ والجماعۃ کے موقف سے متصادم ہیں۔ اس سے اہل حق کے حلقوں میں بے چینی پیدا ہوئی اور خود اُن کے اپنے ادارے نے بجا طور پر اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ان خیالات سے برارت کا اظہار کیا، اگرچہ عام طور پر ذمہ دار شخصیات اور اداروں نے سکوت اختیار کرنا مفید سمجھا؛ مگر بعض اہل علم کی جانب سے تحریری یا زبانی تردید کے جواب میں مولانا موصوف کی جانب سے اپنے خیالات پر اصرار جاری رہا؛ بلکہ مزید شدت کے ساتھ بعض غلط باتیں پیش کی گئیں، ایسی صورت حال میں خطرہ یہ ہے کہ چوں کہ یہ خیالات کسی غیر سنی شخص کی جانب سے نہیں؛ بلکہ اہل سنت کے ایک ذمہ دار ادارے کے ایک استاذ کی جانب سے سامنے آئے ہیں تو کہیں ہمارے اپنے لوگوں میں جو ناپختہ ذہن ہیں وہ گمراہی کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس بارے میں اہل حق کا موقف واضح کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے چند اہم مضامین اور یہ سطور پیش خدمت ہیں۔

واضح رہے کہ اس چیز کا تعلق کسی خاص ادارے یا شخصیت سے نہیں ہے؛ بلکہ یہ اہل سنت کے تمام اداروں اور شخصیات کا متفقہ معاملہ ہے، صحابۂ کرامؓ کے بارے میں ایسے خیالات کسی کی جانب سے بھی آئیں گے تو ان کی تردید کرنا ہمارا ایمانی فریضہ ہوگا؛ اس لیے اس کو تعصب اور تنگ نظری کی عینک سے دیکھنے کے بجائے حق پسندی کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے، آمین!

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں چند صفحات میں کوئی مفصل بات کرنا تو ممکن نہیں، پھر اس شمارے میں شامل، اکابر علماء کے مضامین اس مقصد کے لیے کافی ہیں، اس لیے ان سطور میں چند باتیں نہایت اختصار کے ساتھ نمبروار عرض کی جاتی ہیں۔

(۱) سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ اسلام میں صحابۂ کرام کا مقام، قرآن وحدیث کی روشنی میں متعین ہو چکا ہے، اس سے چھیڑ چھاڑ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، قرآن کریم کی بہت ساری آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت نے صحابۂ کرام سے اپنے راضی ہونے کا اعلان فرمایا۔ ان کی خصوصیات و اوصاف کو بیان کیا اور اُن کی مغفرت کا وعدہ کیا، اسی طرح احادیث شریفہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف انداز سے صحابہؓ کی اہمیت، فضیلت اور بلندیِ رتبہ کو واضح فرمایا اور اپنے ارشادات مبارکہ کے ذریعہ صحابہؓ کی شخصیات کے گرد ایک حفاظتی حصار کھینچ دیا۔ قرآن وحدیث کی نصوص سے طے پانے والے اس مقدس مقام کو پامال کرنے کی کوشش انسان کو راہ ہدایت سے یقینی طور پر بھٹکا دیتی ہے۔

(۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی فضیلت ہی بیان نہیں فرمائی؛ بلکہ اپنے بعد راہ ہدایت کی نشان دہی کے لیے اپنی سنت کے ساتھ صحابۂ کرامؓ کے طریقہ کو معیار بنایا اور ان کے راستے پر چلنے کی امت کو ہدایت فرمائی۔

(۳) قرآن وحدیث کی ان ہی ہدایات کی روشنی میں صحابہؓ کے بعد خیر القرون کے دونوں طبقات تابعین اور تبع تابعین نے مقام صحابہ متعین کیا۔ اس بارے میں سب کی ترجمانی، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے اس ارشاد سے ہو جاتی ہے جس میں انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے دوران آنے والے غبار کو، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسی مقدس شخصیت سے افضل قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ مقام صحابہؓ سے چھیڑ چھاڑ کرنے والے طبقہ کو لگام دیتے ہوئے یہ واضح کر دیا تھا کہ مقام صحابہؓ پر گفتگو کی اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۴) مقام صحابہؓ کے بارے میں تابعین وتبع تابعین کے بعد ہر دور کے تمام بڑے علماء، ائمہ، فقہاء، محدثین اور رہنمایانِ امت نے یہی موقف اپنایا کہ حضرات صحابہؓ اس امت کے رہنما ہیں اور ان کے آپسی معاملات یا مشاجرات کو موضوع بحث بنانے کا شوق آدمی کی گمراہی کے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

لیے کافی ہے۔

(۵) حضرات صحابہؓ کے بارے میں اس مضبوط موقف کی بنیاد دراصل یہ بات ہے کہ امت کو سارا دین صحابۂ کرامؓ کے ذریعہ ہی ملا ہے، قرآن کریم، احادیث نبویہ اور تمام تعلیمات نبوی کی تفصیلات، امت تک صحابہ کرام ہی کے واسطے سے پہنچی ہیں، ایسے میں اگر حضرات صحابہؓ کی شخصیات مجروح ہوں گی تو پورا دین مجروح اور ناقابل اعتماد قرار پائے گا۔

(۶) صحابۂ کرامؓ کے سلسلے میں زبان کھولنے والوں کو اس حقیقت پر بھی نظر رکھنی چاہیے کہ اُن کی اس فکر کی زد خود خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر پڑتی ہے؛ کیوں کہ آپ کو اللہ رب العزت نے انسانوں کے تزکیہ وتربیت کی ذمہ داری دی تھی اور اس کو آپ کے فرائض میں بڑی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا تھا اور آپ کی تربیت و تزکیہ سے براہ راست مستفید ہونے والی جماعت صحابۂ کرامؓ ہی ہیں جیسا کہ ویزکیکم کا لفظ بھی اس کی طرف اشارہ کررہا ہے تو اگر یہ سمجھا جائے کہ بعض صحابۂ کرامؓ کی شخصیات میں کوئی کسر رہ گئی تھی یا اُن کی اعلیٰ اخلاقی تربیت پورے طور پر نہیں ہوپائی تھی، تو غور فرمائیں، اس کوتاہی کی نسبت کہاں پہنچ جائے گی؟ اور پھر ہمارے ایمان کا کیا ہوگا؟

(۷) ایک بہت اہم بات جس پر توجہ کی ضرورت ہے یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ کی شخصیات اور اُن کے کردار کو موضوع بحث بنانے کا سلسلہ جس طبقہ نے اور جن مقاصد کے لیے شروع کیا تھا اور اُس کا جو پس منظر تھا وہ ایسی چیز ہے کہ اُس کو محسوس کرنے کے بعد کوئی بھی صاحب ایمان اس میدان میں قدم رکھنے سے ہزار بار پناہ مانگے گا۔ بات یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے جس طبقہ کو آپ کی تصدیق کرنی چاہیے تھی وہ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) تھے؛ کیوں کہ وہ آپ کو قرآن کے بیان کے مطابق اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے؛ لیکن اُن کی طبیعت میں آپ سے حسد پیدا ہوگیا اور انھوں نے اور خاص طور پر ان میں سے یہودیوں نے آپ کی مخالفت کو اپنا مشن بنالیا اور اس کے لیے ہر ہتھکنڈا استعمال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انھوں نے اسلام کو مٹانے کے راستے تلاش کرنے شروع کیے، اس مقصد کے لیے انھوں نے دین کو بے اعتبار بنانے کا پلان بنایا اور اس کے لیے جماعت صحابہؓ کو نشانہ بنایا اور اپنے منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لیے بڑی چالاکی کے ساتھ محبت

اہل بیت کا سہارا لیا اس طرح سے شیعہ مذہب وجود میں آیا۔ بعد کی تمام تفصیلات اسی کا شاخسانہ ہیں، مشاجرات صحابہ کو بھڑکانے، جلتی پر تیل ڈالنے اور فریقین کو دھوکا دینے کا کام اسی طبقہ نے کیا، چند جملوں میں یہ خلاصہ ہے اس مذہب کی بنیاد اور مشن کا۔ آج کوئی عام شیعہ چاہے ان مذموم مقاصد کو جانتا بھی نہ ہو؛ لیکن اس کے مذہب کی بنیاد یہی ہے۔ اب اگر کوئی شخص حضرات صحابہؓ کی شخصیات کو موضوع بحث بناتا ہے تو وہ غور کرلے کہ اس کا فائدہ کس کو پہنچ رہا ہے۔

(۸) مولانا موصوف نے صحابی کی تعریف سمیت جتنے مسائل چھیڑے ہیں، وہ سب پہلے ہی طے پا چکے ہیں۔ علماء امت نے اُن پر مفصل بحث کرکے حق کو واضح کردیا ہے۔ ان مسائل میں اہل باطل کے افکار کو اپنا کر اہل حق کے سامنے سوال کھڑے کرنا، کسی باخبر سنی عالم کو زیب نہیں دیتا۔ خاص طور پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کا لہجہ نہایت غلط ہے اور اس سے بھی خطرناک بات انھوں نے یہ کی کہ لشکر اسامہؓ کے حوالے سے گفتگو کرکے خود خلافت صدیقی پر سوالات کھڑے کردیے ہیں، جو خالص شیعیت کی ترجمانی ہے، کاش انھوں نے اس موضوع پر زیادہ نہیں صرف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تحریرات خاص طور پر ازالۃ الخفاء کو سامنے رکھا ہوتا تو یہ سنگین غلطی اُن سے سرزد نہ ہوتی۔

(۹) جہاں تک رجوع کی بات ہے یا اتحاد امت کی دُہائی ہے تو اس بارے میں عرض ہے کہ اس سے اس نقصان کا ازالہ نہیں ہوسکتا جو اصل بیانات سے ہو رہا ہے، خاص طور پر جب کہ رجوع اور وضاحت میں اپنے اُن افکار کی صحت پر اصرار شامل ہو۔ اتحاد امت کی فکر ہے تو ایسے نازک مسائل پر اہل حق کے موقف سے بالکل متضاد و متصادم خیالات ظاہر کرنے کا کیا مطلب ہے؟

(۱۰) آخر میں تمام اہل علم سے نہایت ادب اور دل سوزی کے ساتھ عرض ہے کہ خدارا موجودہ حالات کی نزاکت کو سمجھیں اور اسلاف امت کی راہ پر مضبوطی کے ساتھ گامزن رہ کر امت کو بھی اسی راستہ پر چلانے کے لیے سرگرم عمل ہوجائیں۔ نئے نئے افکار و خیالات سے اجتناب کریں، احقاقِ حق اور ابطال باطل کو اپنا فریضہ جانتے ہوئے، مشترکہ ملی معاملات میں اتحاد کی صلاحیت کا بھی ثبوت دیں۔

❀ ❀ ❀

[Website: DifaAhleSunnat.com]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء دیوبند کا موقف

از: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی زید مجدہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

یوں تو علوم وفنون، تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت اور وہ تمام چیزیں جن کی انسانی زندگی میں ضرورت پیش آتی ہے ان کی تحصیل وتکمیل فرائض میں داخل ہے؛ لیکن ان تمام فرائض میں نفوس انسانی کی تہذیب وتکمیل سب سے اہم اور ضروری فرض ہے؛ اسی لیے دنیا میں انسان اوّل حضرت آدم علیہ السلام ہی اس ذمہ داری سے گراں بار ہوکر تشریف لائے، پھر یہ سلسلہ ترقی کرتا ہوا خلاصۂ کائنات نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تک پہنچ کر ابدالآباد تک کے لیے مکمل ہوگیا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ..

اب اگر یہ پوچھا جائے کہ اس تہذیب وتمدن اور اخلاقِ فاضلہ کے آخری علم بردار نے نفوس انسانی کی تہذیب میں کون سا کمال کر دکھایا؟ تو جواباً صحابۂ کرام کی ان مقدس شخصیات کو پیش کردیا جائے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واعمال کے مظہراتم، آپ کی تعلیم وتربیت کی واضح مثال، آپ کے ارشاد وہدایت کے مخاطب اوّل اور آپ کے فیض صحبت سے شب وروز بہرہ اندوز تھے، یہ مقدس جماعت، رسولِ خدا اور خلق خدا کے درمیان خدا تعالیٰ کا ہی عطا کیا ہوا وہ واسطہ ہے جس کے بغیر نہ اللہ کا نازل کردہ قرآن ہاتھ آسکتا ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ بیان قرآن لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَیْھِمْ.

یہ مقدس جماعت دینِ مستقیم کی امین ومحافظ، سنت نبوی کی پاسبان اور اسوۂ رسالت کا مجسم نمونہ تھی اور اس کی سیرت، سیرت النبی کا پرتو ہے، اس قدسی صفات جماعت نے تعلیماتِ نبوی کو اپنے زن وفرزند اور اپنی جان ومال سے زیادہ عزیز رکھتے ہوئے اپنا سب کچھ قربان کرکے دنیا کے گوشے گوشے میں من وعن وبلاکم وکاست پہنچایا ہے، اس مقدس جماعت کی تنقیص وتنقید نہ صرف یہ کہ ان

کی شان میں گستاخی ہے؛ بلکہ اصولِ دین سے اعتماد ختم کرنے اور قرآن وسنت کو-نعوذ باللہ- نا قابل اعتبار قرار دینے کے مترادف ہے؛ جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ذات پر اعتماد نہیں ہوگا تو پھر ان کے واسطے سے پہنچنے والا قرآن کریم اور ان سے مروی احادیث رسول کا ذخیرہ کیوں کر معتبر ٹھہرے گا؟ اَللّٰھُمَّ احفَظْنَا منه.

صحابۂ کرام اور علماء دیو بند

جماعت علماء دیو بند نہ کوئی نیا فرقہ ہے اور نہ ہی وقت وحالات کی پیدا کردہ نئے عقائد وخیالات کی حامل کوئی جماعت؛ بلکہ یہ اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہیں جن کا مرکز تعلیم ''دیو بند'' ہے، بہ قول حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ سابق مہتمم دارالعلوم دیو بند:

''ان کا واحد نصب العین کتاب وسنت کی روشنی میں امت کو اسی مزاج پر برقرار رکھنا ہے جو مزاج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیضانِ صحبت وارشاد سے حضراتِ صحابۂ کرامؓ میں اور صحابہؓ نے تابعین میں اور انھوں نے اپنے مابعد کے طبقات میں سلسلہ بہ سلسلہ، زمان بہ زمان، مکان بہ مکان پیدا فرمایا تھا۔''

اس لیے صحابۂ کرامؓ کی شخصیات کے بارے میں علماء دیو بند کا موقف ہی کیا، ان کے کسی بھی عقیدے اور نظریے کو جاننے کے لیے اہل السنۃ والجماعۃ کی کوئی بھی مستند ومعتبر اور جامع کتاب دیکھ لی جائے اس میں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد، حنفی فقہ واصولِ فقہ، احسان وتصوف اور تزکیۂ اخلاق کے حوالے سے جو کچھ درج ہوگا، وہی علماء دیو بند کے عقائد ومسائل ہوں گے اور احسان وتصوف ہوگا، انبیاء کرامؑ، حضرات صحابہ وتابعینؒ اور امت کے جن جن اولیاء عظامؒ کی علمی قدر ومنزلت پر جمہورِ امت کا اتفاق ہے وہی شخصیات علماء دیو بند کے لیے مثال اور نمونہ ہیں۔

اس لیے ان سطور میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو کچھ عرض کیا جارہا ہے اس کی حیثیت ''قندِ مکرر'' کی ہے اور یہ مشک ہے جو مکرر رگڑا جارہا ہے؛ تاکہ امت اس خوشبو سے معطر ہو اور نجومِ ہدایت پر اہلِ زیغ وضلالت کے اٹھائے ہوئے غبار کو چھانٹا جارہا ہے؛ تاکہ گم گشتہ گان راہ اپنی منزل مقصود کا پتہ لگاسکیں، أَصحَابِی کَالنُّجُومِ بِأَیِّھِم اقتَدَیتُم اھتَدَیتُم.

صحابۂ کرام، تاریخی روایات اور علماء دیو بند

احوالِ زمانہ سے عبرت حاصل کرنا، انقلاباتِ جہاں سے دنیا کی بے ثباتی کا سبق لے کر فکرِ آخرت کو مقدم رکھنا، اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کا استحضار، انبیاء وصلحاء امت کے احوال سے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

قلوب کو منور کرنا اور کفار وفجار کے انجام بد سے نصیحت حاصل کرنا وغیرہ فن تاریخ کے فوائد ہیں جو واقعات نگاری اور احوال ماضیہ کو بیان کرنے کا نام ہے؛ اس لیے اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے، اس کی اہمیت کے لیے تو یہی کافی ہے کہ قصص وتاریخ، قرآنِ کریم کے پانچ علوم میں سے ایک ہے اور اس کا وہ حصہ جس پر حدیثِ نبوی کے صحت وسقم کو پہچاننے کا مدار رہے، اس اہمیت کے باوجود تاریخ کا یہ مقام نہیں ہے کہ اس سے عقائد کے باب میں استدلال کیا جائے، یا حلال وحرام کی تعیین میں حجت قرار دیا جائے، یا قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ مسائل میں تاریخی روایات کی بنا پر شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں؛ اس لیے صحابۂ کرامؓ اور تاریخی روایات کے باب میں علماء دیوبند کا موقف جمہور امت کے مطابق یہ ہے کہ:

(۱) چوں کہ صحابۂ کرامؓ عام افرادِ امت کی طرح نہیں ہیں؛ بلکہ یہ حضرات، رسولِ خدا اور خلقِ خدا کے درمیان خدا تعالیٰ کا ہی عطا کیا ہوا ایک واسطہ ہیں، یہ ازروئے قرآن وحدیث ایک خاص مقام رکھتے ہیں؛ اس لیے ان کے مقام کی تعیین تاریخ سے نہیں، قرآن وسنت سے کی جائے گی۔

(۲) چوں کہ قرآنِ کریم کی دسیوں آیات میں صحابۂ کرامؓ کے حالات مصرح مذکور ہیں؛ اس لیے تاریخی روایات ان کے معارض قطعاً نہیں ہوسکتیں۔

(۳) یہ ان احادیثِ صحیحہ ثابتہ کے بھی معارض نہیں ہوسکتیں جن کے جمع وتدوین میں وہ احتیاط برتی گئی ہے جو احتیاط تاریخ میں نہیں کی گئی، اصول حدیث کے معروف امام ابن صلاح لکھتے ہیں:

”وَغَالِبُ علی الأخبارِیِّینَ الإِکْثَارُ وَالتَخلِیطُ فِی مَا یَرْوُوْنَہٗ“ (علوم الحدیث، ص:۲۶۳)

”مؤرخین میں یہ بات غالب ہے کہ روایاتِ کثیرہ جمع کرتے ہیں جن میں صحیح وسقیم ہر طرح کی روایات خلط ملط ہوتی ہیں۔“

(۴) پھر یہ مسئلہ عقائدِ اسلامیہ سے متعلق ہے اور جمہور امت نے کتب عقائد میں اپنے اپنے ذوق کے مطابق مفصل یا مجمل اس کا ذکر کیا ہے؛ اس لیے اس کا مدار قرآن وسنت پر ہی رکھا جاسکتا ہے نہ کہ تاریخ کی خلط ملط روایات پر۔

عدالتِ صحابہ اور علماء دیوبند

عدالت اور عدل کے معنی کی فقہاء ومحدثین نے مختلف تعبیریں کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ عادل وہ شخص ہے جو مسلمان عاقل بالغ ہو، کبائر سے مجتنب ہو، صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو، نیز صغائر کا

عادی بھی نہ ہو، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ شرح النخبہ میں فرماتے ہیں:

وَالمرادُ بِالْعَدْلِ مَنْ لَهُ مَلَكَةٌ تُحَمِّلُهُ على ملازمةِ التقوى والمروةِ والمرادُ بالتقوى اجتنابُ الأعمالِ السيئةِ من شركٍ، أو فسقٍ، أو بدعةٍ" (شرح النخبه، ص:٢٤-٢٥ طبع ديوبند)

عدل سے مراد وہ شخص ہے جسے ایسا ملکہ حاصل ہو جو اسے تقویٰ اور مروت کی پابندی پر برانگیختہ کرے اور تقویٰ سے مراد شرک، فسق اور بدعت جیسے اعمالِ بد سے اجتناب ہے۔

عدالتِ صحابہؓ کے حوالے سے جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے شانہ بہ شانہ علماء دیوبند کا موقف یہی ہے کہ:

"اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُم عَدُولٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ وَغَيْرُهُم"

صحابہ سب کے سب عادل ہیں جو اختلافات کے فتنے میں مبتلا ہوئے وہ بھی اور دوسرے بھی۔

علماء دیوبند صحابۂ کرامؓ کی عظمت وجلالت میں کسی تفریق کے بھی قائل نہیں کہ کسی کو لائقِ محبت سمجھیں اور کسی کو- معاذ اللہ- لائقِ عداوت، کسی کی مدح میں رطبُ اللسان رہیں اور کسی کے حق میں تبرائی بن جائیں، ان کے نزدیک تمام صحابہ شرفِ صحبت میں یکساں ہیں؛ البتہ باہم فرقِ مراتب ہے اور یہی جمہور کا قول معتبر ہے۔

والقولُ بِالتَّعْمِيْمِ هو الذي صَرَّحَ به الْجُمْهُورُ وهو المعتبر. (تدريب الراوى، ص: ٤٠٠)

پھر علماء دیوبند ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تو بہت دور کی بات رہی کسی ادنیٰ سی ایسی بات کو بھی روا نہیں رکھتے جو ان کے منصب وعظمت کے شایانِ شان نہ ہو؛ اس لیے اگر کوئی صحابہؓ کے سلسلے میں یوں ہرزہ سرائی کرتا ہے کہ

''کچھ صحابہ فاسق ہیں جیسا کے ولید (بن عقبہ) اور اسی کے مثل کہا جائے گا معاویہ، عمرو، مغیرہ اور شعبہ کے حق میں''۔ (کہ معاذ اللہ وہ بھی فاسق ہیں) (نزل الابرار:۲/۹۴)

یا کوئی اپنے قلب کا ضلال یوں ظاہر کرتا ہے:

''عائشہ حضرت علیؓ سے لڑکر مرتد ہوئی اگر بے توبہ مری تو کافر مری (العیاذ باللہ) اور صحابہ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو سب کی حدیثیں یاد ہیں، صحابہ سے ہمارا علم بڑا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہے صحابہ کو علم کم تھا۔'' (کشف الحجاب، ص:۲۱)

یا کوئی یوں زبان تنقیص دراز کرتا ہے:

''ان میں ایسے لوگ بھی ہوسکتے تھے اور فی الواقع تھے جن کے اندر تزکیۂ نفس کی اس بہترین تربیت کے باوجود کسی نہ کسی پہلو میں کوئی کمزوری باقی رہ گئی تھی، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور یہ صحابۂ کرامؓ کے ادب کا کوئی لازمی تقاضہ بھی نہیں ہے کہ اس کا انکار کیا جائے۔'' (خلافت وملوکیت، ص:۲۸۳)

یا کسی کی ہفوات کا ظہور یوں ہوتا ہے:

''عثمان، معاویہ اور یزید، سب ایک ہی درجے کے ظالم ومجرم تھے، بقیہ صحابہ یا تو شیخین کے گروپ کے تھے اور اقتدار تک پہنچنے کے ان کے مقصد کی تکمیل میں شریک بن گئے تھے، یا وہ شیخین اور ان کے حامیوں سے خائف تھے، شیخین کے خلاف کوئی بات زبان پر لانے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔'' (مزید دیکھیے، خمینی، کشف الاسرار، ص:۱۱۲-۱۲۰)

تو اس قسم کی تمام تر ہرزہ سرائیوں سے علماء دیوبند؛ بلکہ تمام اہل السنۃ والجماعۃ نہ صرف یہ کہ اظہارِ برأت اور ان کی مذمت کرتے؛ بلکہ اس طرح کے خیالات رکھنے والوں کے اسلام کو مشکوک مانتے اور اس ہرزہ سرائی کو زندقہ گردانتے ہیں اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"إذَا رَأَيْتُمُ الذينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ" (جمع الفوائد: ٤٩١/٢)

جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو برا کہتے ہیں تو تم کہہ دو کہ خدا کی لعنت ہو اس پر جو تم میں بدتر ہے۔

کی روشنی میں ایسے لوگوں کو مستحقِ لعنت شمار کرتے ہیں، امام مسلمؒ کے استاذ امام ابوزرعہ عراقی فرماتے ہیں:

''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ کسی صحابی کی تنقیص کررہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے؛ اس لیے کہ ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں، قرآن حق ہے، قرآن وسنت ہم تک پہنچانے والے یہی صحابۂ کرامؓ ہیں، یہ تنقیص کرنے والے، ہمارے گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں؛ تاکہ کتاب وسنت کو باطل کریں؛ لہٰذا خود ان کو مجروح کرنا زیادہ مناسب ہے، یہ زندیق ہیں''۔ (الکفایہ، خطیب بغدادی، ص:۴۹ حیدرآباد، دکن)

الغرض علماء دیوبند اور تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک عدالتِ صحابہ کے مسئلہ پر امت کا اجماع ہے، اس میں کسی شک وشبہ کی قطعاً کوئی راہ نہیں، پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ لفظ ''سب'' عربی زبان کے اعتبار سے صرف فحش کلامی اور گالی گلوچ کو ہی نہیں کہتے؛ بلکہ ہر ایسا کلام جس سے کسی کی تنقیص وتوہین یا دل آزاری ہوتی ہے وہ لفظ ''سبّ'' میں داخل ہے۔

صحابۂ کرام معصوم نہیں!

عدالتِ صحابہؓ کے مسئلے میں مذکورہ بالا وسعت اور عموم کے باوجود ہم ان کو معصوم نہیں کہتے؛ البتہ انھیں محفوظ من اللہ مانتے ہیں جو ولایت کا انتہائی مقام ہے جس میں بشاشتِ ایمان، جوہرِ نفس بن جاتی ہے اور تقویٰ باطن ہمہ وقت مذکّر رہتا ہے، اس میں امکان معصیت رہتا ہے اور معصیت کا صدور ہوا بھی ہے؛ لیکن اس میں تقاضائے بشری اور بیرونی عوارض کارفرما ہے، دواعیٔ قلب کا دخل نہ رہا تھا اور اس صدورِ معصیت سے ان کی باطنی بزرگی اور باطنی تقویٰ کو جس کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے متہم نہیں کیا جاسکتا وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التقوىٰ وكانوا أحقَّ بها وأهلَها.

ایک شبہ کا ازالہ

البتہ یہاں ایک خلجان دل میں پیدا ہوسکتا ہے، وہ یہ کہ جب صحابۂ کرامؓ چھوٹے بڑے سب کے سب صرف روایت حدیث میں نہیں؛ بلکہ زندگی کے تمام معاملات میں عادل ہیں اور عدالت کے مفہوم میں کبائر شرک وفسق اور بدعت وغیرہ سے اجتناب شامل ہے اور صحابہؓ معصوم بھی نہیں، ان سے صدور معصیت ہوا ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدود بھی جاری فرمائی ہیں، تو پھر ان صحابۂ کرام پر عدالت کا مفہوم کیوں کر صادق آسکتا ہے؟

اس سلسلے میں علماء دیوبند اور اہل السنۃ والجماعۃ کا واضح جواب یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ بعض صحابہ سے معصیت کا صدور ہوا؛ لیکن معصیت، عدالت کے لیے نقصان دہ اس وقت ہے؛ جب کہ اس سے توبہ نہ کی گئی ہو یا اللہ تعالیٰ نے از خود معاف نہ کردیا ہو اور امت کے عام افراد کے حق میں یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ ان کے گناہ کی معافی ہوئی یا نہیں؛ اس لیے جب تک وہ توبہ نہ کرلیں اور توبہ پر ثابت قدمی ظاہر نہ ہوجائے ان کو ساقط العدالت ہی مانا جائے گا؛ مگر صحابۂ کرامؓ کا معاملہ ایسا نہیں ہے، کیوں کہ:

(۱) صحابۂ کرامؓ کے قلوب میں جو خوف وخشیت اور معاصی سے تنفر راسخ ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم یہ گمان رکھیں کہ انھوں نے ضرور توبہ کرلی ہوگی اور بعض کا توبہ کرنا قطعی دلائل سے معلوم بھی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہے ان کا حال یہ ہے کہ وہ صرف زبانی توبہ پر اکتفا نہیں کرتے؛ بلکہ کوئی اپنے آپ کو رجم جیسی سخت ترین سزا کے لیے پیش کردیتا ہے، کوئی اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیتا ہے اور جب تک قبول توبہ کا اطمینان نہیں ہوجاتا اس کو صبر نہیں آتا۔

(۲) ہمارا خیال ہے کہ ان کے حسنات، دینِ متین کے تئیں ان کی قربانیاں اور ان کی رسول اللہ سے محبت ونصرت اتنی عظیم اور بھاری ہے کہ عمر بھر کا ایک آدھ گناہ وعدۂ الٰہی کے مطابق معاف ہو ہی گیا ہوگا۔ إنَّ الْحَسنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ.

(۳) یہ ہمارا محض خیال نہیں ہے یہ قرآن کریم کی ایک سے زائد آیات سے مؤید اور تصدیق شدہ ہے؛ کہیں صحابۂ کرام کی کسی خاص جماعت کے لیے خاص اور کہیں سابقین وآخرین تمام صحابۂ کرامؓ کے لیے عام اعلان ہے کہ اللہ ان سے راضی ہے، بیعتِ حدیبیہ میں شریک تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابۂ کرامؓ کے بارے میں قرآنِ کریم کا یہ واضح اعلان ہے:

”لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤمِنینَ إذ یُبَایِعُوْنَکَ تَحتَ الشَّجَرَۃِ“

اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوگیا جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کررہے تھے۔

سابقین وآخرین تمام صحابۂ کرامؓ کے بارے میں اعلان کیا گیا:

وَالسّابقونَ الأولونَ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ والأنصارِ وَالذین اتَّبَعُوْھُمْ بِإحْسَانٍ، رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ.

اور مہاجرین اور انصار میں سے جو سب سے پہلے سبقت کرنے والے ہیں اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔

سورۃ ”الحدید“ میں ارشادِ باری ہے:

”وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسنٰی“

اللہ نے ان میں سے ہر ایک سے حسنیٰ کا وعدہ کرلیا ہے پھر سورۂ ”انبیاء“ میں حسنیٰ کے متعلق یہ ارشاد ہے:

”اِنَّ الّذینَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِنَّا الْحُسنٰی أولٰئکَ عَنھا مُبْعَدُوْن“

جن کے لیے ہماری طرف سے حسنیٰ مقدر کردی گئی وہ جہنم سے دور کیے جائیں گے۔

جب ان آیاتِ قرآنیہ سے صحابۂ کرامؓ کی لغزشوں کی معافی واضح طور پر معلوم ہوگئی تو ان کو کسی

وقت بھی کسی معاملے میں ساقط العدالت یا فاسق نہیں کہا جاسکتا۔

صحابۂ کرامؓ کے غیر معصوم ہونے اور ان کے عادل ہونے میں جو ایک ظاہری شبہ ہوا کرتا ہے اس کا جواب جمہورِ امت کے نزدیک یہی ہے جو بالکل واضح اور صاف ہے۔

مشاجراتِ صحابہ اور علماء دیوبند

صحابۂ کرامؓ کے مابین جو اخلافات رونما ہوئے اور خون ریز جنگوں تک کی نوبت آگئی ان اختلافات کو علماءِ امت، صحابۂ کرامؓ کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ''مشاجرات'' کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، جنگ وجدال کی تعبیر سے گریز کرتے ہیں کہ اس میں یک گونہ ان کے تئیں سوءِ ادب ہے، ''مشاجرۃ'' کے معنی از روئے لغت ایک درخت کی شاخوں کا دوسرے میں داخل ہونا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ درختوں کے لیے باعث زینت ہے نہ کہ عیب، اس طرح علماء امت اس اختلاف کی تعبیر سے ہی یہ اشارہ دینا چاہتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ کے وہ اختلافات جو اپنی انتہاء کو پہنچ گئے تھے اور جس میں وہ باہم برسرِ پیکار بھی ہوگئے، وہ اختلافات بھی کوئی نقص وعیب نہیں؛ بلکہ زینت وکمال ہیں۔

مشاجراتِ صحابہؓ میں باعثِ تشویش یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق، جب تمام صحابۂ کرامؓ واجب الاحترام اور لائق تعظیم ہیں اور کسی ایک کے حق میں بھی ادنیٰ سے ادنیٰ سوء ادب کی گنجائش نہیں تو پھر اختلاف کے موقع پر یہ احترام کیسے قائم رہ سکتا ہے؛ کیوں کہ ان اختلافات میں ایک فریق کا حق پر اور دوسرے فریق کا خطا پر ہونا بدیہی ہے؛ بلکہ ایمان وعقیدے کے لیے اہلِ حق اور اربابِ خطا کی تعیین ضروری بھی ہے تو جو خطا پر ہیں ان کی تنقیص ایک لازمی امر ہے۔

مشاجراتِ صحابہؓ کے اس شبہ کے سلسلے میں علماء امت اور علماء دیوبند کا دوٹوک موقف یہ ہے کہ باجماعِ امت تمام صحابۂ کرامؓ واجب التعظیم ہیں، اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ جنگ جمل وجنگ صفین میں حضرت علی-کرم اللہ وجہ-حق پر تھے اور ان سے مقابلہ کرنے والے حضرت معاویہؓ وغیرہ خطا پر؛ لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی جو شرعاً گناہ نہیں کہ جس پر وہ اللہ تعالیٰ کے عتاب کے مستحق قرار پائیں؛ بلکہ معاملہ یہ ہے کہ جب انھوں نے اصولِ اجتہاد کی رعایت کرتے ہوئے اپنی وسعت بھر تمام تر کوشش کی پھر بھی خطا ہوگئی تو وہ ایک اجر کے حق دار ہوں گے، اس طرح خطا وصواب بھی واضح ہوگیا اور صحابۂ کرامؓ کے مقام ومرتبے پر کوئی آنچ بھی نہیں آئی، ہمارے خیال میں مشاجراتِ صحابہ کے حوالے سے ''امام قرطبیؒ'' نے اپنی تفسیر میں سورۃ الحجرات کی آیت ''وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِين اقْتَتَلُوا'' کے ذیل میں اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کی بہترین تحقیق فرمائی ہے، اس کا مطالعہ کرلینا ہی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

چاہیے، یہ سطوراس تفصیل کی متحمل نہیں۔

تاہم مفسر موصوف کے ایک استدلال کا خلاصہ نقل کردینا مناسب ہوگا جو- انشاء اللہ- بیماردلوں کے لیے سامان شفاء ہوگا۔

مفسر موصوفؒ نے اس نظریے کو مدلل کرتے ہوئے کہ دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی گناہ اور فسق وفجور کا مرتکب نہیں تھا، حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عمارؓ سے متعلق ارشاداتِ نبوی بیان فرمائے ہیں، جس کا ماحصل یہ ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہؓ کے بارے میں فرمایا ہے: ''طلحہ روئے زمین پر چلنے والے شہید ہیں'' اور حضرت زبیرؓ کے بارے میں خود حضرت علیؓ سے یہ حدیث مروی ہے: ''زبیر کا قاتل جہنم میں ہے'' حضرت علیؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کی خبر دے دو'' اور یہ دونوں حضرات ان عشرۂ مبشرہ میں ہیں جن کے نام لے کر جنتی ہونے کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، پھر یہ بھی معلوم ہے کہ ان دونوں حضرات نے حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کیا تھا، حضرت علیؓ سے مقابلہ کیا اوراسی دوران شہید ہوئے۔

دوسری طرف حضرت عمار بن یاسر- رضی اللہ عنہ- ہیں، حضرت علیؓ کے طرف دار ہیں، آپ کے مخالفین سے پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کی بھی پیشین گوئی فرمائی ہے۔

جب حال یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے طرف دار بھی شہید اور مخالفین بھی شہید، تو پھر کیسے کسی فریق کو گناہ گار یا فاسق کہا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ ان تمام حضرات کے پیش نظر رضاء الٰہی کے حصول کے سوا کچھ نہ تھا، دونوں کا اختلاف کسی دنیوی غرض سے نہ تھا؛ بلکہ اجتہاد ورائے کی بنا پر تھا جس پر کسی بھی فریق کو مجروح ومطعون نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح جو صحابہؓ کنارہ کش رہے وہ بھی اجتہاد کی بنا پر؛ اس لیے وہ بھی نقص وعیب سے مبرا اور واجبُ التعظیم ہیں۔

پھر علماء دیوبند کے نزدیک سب سے اہم سکوت اور کفِّ لسان ہے اور حضرت حسن بصریؒ کا یہ قول ان کے لیے اسوۂ ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

''یہ ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہ موجود تھے اور ہم غائب، وہ پورے حالات کو جانتے تھے، ہم نہیں جانتے، جس معاملے پر تمام صحابہؓ کا اتفاق ہے، ہم اس میں ان کی پیروی

کرتے ہیں اور جس معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہے اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔‘‘ (قرطبی سورۂ حجرات)

خلاصۂ کلام

الغرض! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب وسنت کی روشنی میں اس امت کے افضل ترین اور مقدس ترین افراد ہیں، ان کے قلوب صاف اور وہ عنداللہ راضی و مرضی ہیں، وہ سب کے سب عادل، متقن اور پاک باطن ہیں، امت کا کوئی بڑے سے بڑا ولی ان میں سے ادنیٰ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا، وہ حق و باطل کی کسوٹی ہیں اور تنقید سے بالاتر؛ ان کی محبت، اللہ اور رسول اللہ کی محبت ہے اور ان سے بغض اللہ اور اللہ کے رسول سے بغض، ان کی عیب جوئی اور ان کے مشاجرات کو اُچھالنا زیغِ باطن کی علامت اور زندقہ ہے، ان کے اختلافات حق و باطل کے نہیں، اجتہادی خطا و صواب کے ہیں؛ اس لیے ان پر معصیت کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

ان سطور کو سرخیلِ جماعت دیوبند شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن قدس سرہ کے تلمیذِ رشید، استاذِ محترم حضرت مولانا فخرالدین علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے ایک قول پر ختم کیا جاتا ہے، حضرت فرمایا کرتے تھے:

’’صحابۂ کرامؓ فارق بین الحق والباطل ہیں؛ چناں چہ قرونِ اولیٰ میں روافض وخوارج کے ضلال کی ایک وجہ یہی تنقیصِ صحابہ تھی اور دورِ حاضر میں ’’غیر مقلدین‘‘ و ’’مودودیین‘‘ کے ضلال کا بھی ایک سبب یہی ہے۔‘‘

❁ ❁ ❁

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

از: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی دامت برکاتہم
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی معصوم نہیں ہے اور کوئی فرد یا جماعت کسی غیر رسول کی عصمت کا مدعی ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں کاذب اور جھوٹا ہے۔ اس لیے جماعتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے علاوہ ہر انسان سے صواب وخطا اور خیر وشر کا صدور ہوسکتا ہے؛ البتہ بعض خدا کے ایسے سعید بندے ہوتے ہیں کہ ان کی زندگی پر خیر وصلاح کا غلبہ ہوتا ہے، اسی غلبۂ خیر کی بنا پر انھیں نیک، صالح، ولی وغیرہ محترم ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ یہ زلّات وسیئات سے بالکلیہ پاک ہیں۔

اس کے بالمقابل کچھ نابکار ایسے بھی ہیں جو مجموعۂ شرور ومعاصی اور خزینۂ فسق وفساد ہوتے ہیں، ان کے فسق وفساد کی یہ کثرت انھیں ظالمین ومفسدین کے زمرے میں پہنچادیتی ہے، بایں ہمہ ان کا بھی دامنِ حیات خیر وصلاح سے یکسر خالی نہیں ہوتا۔

صلحائے امت کی حیات وسوانح پر بحث وتحقیق کے وقت ان کی بعض لغزشوں اور بشری کمزوریوں کے پیش نظر ان کے جملہ محاسن ومزایا پر خطِ تنسیخ کھینچ دینا اور ان کے سارے حسنات وخیرات کا انکار کرکے انھیں ظالمین ومفسدین کی صف میں کھڑا کردینا علم ودیانت کے سراسر منافی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ظالمین ومفسدین کے چند گنے چنے اچھے کاموں کو سامنے رکھ کر ان کی زندگی کے سارے سیاہ کارناموں سے آنکھیں بند کرکے انھیں صلحاء واولیاء کی جماعت میں شامل کردینا کسی طرح بھی درست نہیں ہوگا؛ بلکہ ہر ایک کے ساتھ اس کے اعمال خیر وشر کی قلت وکثرت کے اعتبار سے معاملہ کیا جائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں أمَرَنا رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أن نُنزِلَ الناسَ مَنازِلَھم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں حکم تھا کہ ہم لوگوں کو ان کے درجات

ومراتب میں رکھیں۔

گرفرق مراتب نہ کنی زندیقی

بحث ونظر اور تحقیق وتبصرہ کا یہ ایسا لازمی اصول ہے جس سے غفلت اور بے اعتباری ایک محقق ومبصر کو دائرہ بحث وتحقیق سے نکال کر افراط وتفریط اور تنقیص وتضلیل کی صف میں پہنچا دیتی ہے، جس سے خود اس کی ذات مجروح اور علمی کاوشیں بے سود ہوکر رہ جاتی ہیں۔

پر ایک محقق کی علمی دیانت کا بھی یہ تقاضا ہے کہ کسی شخصیت پر بحث کرنے کے لیے اس سے متعلق جو درست، صالح، معتبر اور مستند مواد ہیں انھیں کو کام میں لائے، خود تراشیدہ، غیر مقبول اور گری پڑی باتوں کو بنیاد بنا کر اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنا نہ صرف اس شخصیت پر ظلم ہے؛ بلکہ خود علم وتحقیق کے ساتھ مذاق کرنا ہے، محقق کا یہ رویہ بھی اسے پایۂ اعتبار سے ساقط اور علمی خیانت سے متہم کردیتا ہے، باری تعالیٰ عز اسمہ کا ارشاد ہے یا أیها الذین آمنوا إنْ جاءَكم فاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا جب غلط کار دروغ گو کوئی خبر دے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو۔ ایک دوسری آیت میں ہے إذا ضَرَبْتُمْ فی الأرض فَتَبَيَّنُوا ، اس لیے صحیح، سقیم، قوی، ضعیف کی اچھی طرح چھان بین کے بعد ہی کوئی فیصلہ درست سمجھا جائے گا۔

عام اسلامی شخصیات سے ہٹ کر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور ان کے مقام ومرتبہ پر بحث وکلام کے لیے محض تاریخی روایات پر انحصار واعتماد بھی ایک محقق کو راہِ اعتدال اور راہِ صواب سے دور کردیتا ہے؛ کیونکہ تاریخ کو ہرگز یہ حیثیت حاصل نہیں ہے کہ اس کی شہادت سے کتاب وسنت کے مسلمات کے خلاف استدلال فراہم کیا جائے؛ البتہ خدا اور عام امت کے درمیان دین خالص کے صحیح تصور کے لیے اگر کوئی قابلِ اعتماد واسطہ ہے تو وہ صحابۂ کرام کی برگزیدہ اور مقدس جماعت ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے یہ ساتھی ہی آپ کے پیغام اور آپ کی تعلیمات کو پورے عالم میں پہنچانے والے ہیں، صحابہ کرام کی اس داعیانہ حیثیت کا اعلان خود خدائے علیم وخبیر نے اپنے رسول ﷺ کی زبانی یوں فرمایا ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ الآیة آپؐ اعلان کردیں کہ یہ میرا راستہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف، سمجھ بوجھ کر میں اور میرے ساتھی۔ مطلب یہ ہے کہ کسی اندھی تقلید کی بنیاد پر نہیں؛ بلکہ حجت وبرہان اور بصیرت ووجدان کی روشنی میں، میں اور میرے اصحاب دینِ توحید کی دعوت دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نورِ بصیرت عطا فرمایا تھا، آپ کے فیض صحبت سے ہر صحابی کا دل ودماغ اس نور سے روشن ہوگیا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تھا اور دعوت الی اللہ علی وجہ البصیرۃ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و باز و اور رفیقِ کار بن گئے تھے، حدیث پاک "ما أنا علیه وأصحابی" میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابۂ کرام کے اسی مرتبۂ بلند کو بیان فرمایا ہے، اس لیے صحابہ کی سیرت درحقیقت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا جز ہے، عام شخصیات و رجال کی طرح انھیں صرف کتب تاریخ کی روشنی میں نہیں؛ بلکہ قرآن و حدیث اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں دیکھا جائے گا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ومن توقيره صلى الله عليه وسلم توقير اصحابه وبرهم معرفة حقهم والقتداء بهم وحسن الثناء عليهم والاستغفار لهم والإمساك عما شجر بينهم ومعاداة من عاداهم والاضراب عن أخبار المؤرخين وجهلة الرواة. (الاساليب البديعة ص۸)

ترجمہ: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں سے ہے صحابہؓ کی تعظیم کرنا، ان سے حسن سلوک کرنا، ان کے حق کو پہچاننا، ان کی پیروی کرنا، ان کی مدح و ستائش کرنا، ان کے واسطے استغفار کرنا، ان کے باہمی اختلاف کے ذکر سے (زبان و قلم کو) روکے رکھنا، ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا مورخین اور جاہل راویوں کی (ان کی خلاف شان) روایتوں کے نقل و بیان سے باز رہنا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ اپنے ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں، جو احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں وہ اگرچہ ظنی ہیں؛ مگر ان کی اسانید اس قدر قوی ہیں کہ تواریخ کی روایات ان کے سامنے ہیچ ہیں؛ اس لیے اگر کسی تاریخی روایت میں اور آیات و احادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہوگا تو تواریخ کو غلط کہنا ضروری ہوگا''۔
(مکتوبات شیخ الاسلام، ج۱،ص۲۴۲ مکتوب ۸۸)

حضرات صحابہ کا یہ تقدس و امتیاز کسی انسانی شخصیت و جماعت کا عطا کردہ نہیں ہے؛ بلکہ انھیں یہ رتبۂ بلند خود مالک کائنات و خالقِ دوجہاں کے دربار سے مرحمت ہوا ہے، ذیل میں چند آیات ملاحظہ فرمائیں آپ پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہو جائے گی:

(۱) كنتم خير أمةٍ أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله. (آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کی نفع رسانی کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیک

کاموں کو کرتے اور بری باتوں سے منع کرتے ہو، اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو انتم فرماتے اس وقت خطاب کی وسعت میں پوری امت مرحومہ براہ راست داخل ہوجاتی؛ مگر اللہ تعالیٰ نے کنتم فرمایا اور صحابہ کی تخصیص فرمادی، اب رہے امت کے باقی لوگ تو وہ جیسے اعمال کریں گے وہ بھی ان کے تابع ہوکر اس خیریت وافضلیت کے مصداق ہوجائیں گے۔(اخرجہ ابنجریر وابوحاتم عن السدّی)

حضرت فاروق اعظمؓ نے آیت پاک کا مصداقِ اولین صحابۂ کرامؓ کو قرار دیا ہے اور امت کے دیگر وہ افراد جو آیت پاک میں مذکورہ صفات کے حامل ہوں گے انھیں ثانوی درجہ میں شامل کیا ہے اور عربی زبان کے قواعد کی رو سے یہ بات اس طرح سمجھائی ہے کہ أنتم خير أمة جملہ اسمیہ ہے جو ثبوت نسبت کو بتاتا ہے، تو أنتم سے خطاب عام ہوگا جس کے عموم ووسعت میں موجود وغیر موجود سب داخل ہوجائیں گے؛ لیکن جب ضمیر ''أنتم'' پر ''کان'' فعل ماضی داخل کردیا جائے تو وقوع وحدوث کا معنی پیدا ہوجائے گا، اس صورت میں کنتم کے مخاطب صرف موجودین ہوں گے، یعنی نزول آیت کے وقت جو امت موجود ہے وہی اس کی مصداق اولین ہوگی، یہ آیت صاف طور پر بتارہی ہے کہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلا تخصیص جماعتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل ہیں، علامہ سفارینی نے شرح عقیدۃ الدرۃ المضیئہ میں اسے جمہور امت کا مسلک قرار دیا ہے کہ انبیاء کے بعد صحابۂ کرامؓ افضل الخلائق ہیں، ابراہیم بن سعید جوہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوامامہؓ سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز میں کون افضل ہے تو انھوں نے فرمایا لا نعدل بأصحابه محمد صلى الله عليه وسلم أحدًا (الروضة الندية شرح العقيدة الواسطية ابن تيميه ص ٤٠٥)

امام ابن حزم اپنی مشہور کتاب الفصل میں لکھتے ہیں ولا سبيل الىٰ أن يلحق أقله درجة أحد من أهلِ الأرض کوئی شکل نہیں ہے کہ صحابۂ کرامؓ میں سے کم رتبہ کے درجہ کو بھی کوئی (غیر صحابی) فرد بشر پہونچ سکے۔

اب اگر کسی تاریخی روایت سے صحابۂ کرامؓ کی تنقیص لازم آتی ہو تو وہ اس نص قطعی کے معارض ہونے کی بناپر لازمی طور پر مردود ہوگی۔

(١) لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذين

[Website: DifaAhleSunnat.com]

انفقوا من بعد وقاتلوا و کلا وعد اللہ الحسنیٰ .(الحدید: ۱۰)

ترجمہ: برابر نہیں تم میں جس نے خرچ کیا فتح مکہ (یا صلح حدیبیہ) سے پہلے اور جنگ کی ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے، ان لوگوں سے جنھوں نے خرچ کیا اس کے بعد اور جنگ کی اور سب سے وعدہ کیا اللہ نے خوبی کا۔

سورۂ انبیاء میں الحسنی کے متعلق ارشاد ہے: إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ جن لوگوں کے واسطے ہماری طرف سے حسنیٰ کا وعدہ ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔ اس آیت پاک سے معلوم ہوا کہ فرق مراتب کے باوجود سارے صحابہ جنتی ہیں یہی بات سورۂ توبہ میں ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے۔

(۲) وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (آیت: ۱۰۰)

ترجمہ: اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو لوگ ان کے پیرو ہیں نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں، رہا کریں انھی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی۔

آیت میں صحابۂ کرامؓ کو دو طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے: ایک اولین سابقین کا اور دوسرا ان کے بعد والوں کا اور دونوں طبقوں کے متعلق یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ اللہ ان سب سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور ان کے لیے جنت کا مقامِ دوام ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں: ''جو شخص قرآن پر ایمان رکھتا ہے جب اس کے علم میں یہ بات آگئی کہ اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کو دوامی طور پر جنتی فرمایا ہے تو اب ان کے حق میں جتنے بھی اعتراضات ہیں سب ساقط ہو گئے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ فلاں بندہ سے فلاں وقت میں نیکی اور فلاں وقت میں گناہ صادر ہوگا اس کے باوجود جب وہ اطلاع دے رہے ہیں کہ میں نے اسے جنتی بنا دیا تو اسی کے ضمن میں اس بات کا اشارہ ہو گیا کہ اس کی تمام لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں، لہٰذا اب کسی کا ان مغفور بندوں کے حق میں لعن وطعن اور برا بھلا کہنا حق تعالیٰ پر اعتراض کے مرادف ہوگا؛ اس لیے کہ ان پر اعتراض اور زبان طعن دراز کرنے والا گویا یہ کہہ رہا ہے کہ پھر اللہ نے اسے جنتی کیسے بنا دیا'' الخ (فضائل صحابہ واہل بیت، مجموعہ رسائل

ص۲۰۶، مطبوعہ انجمن حمایت الاسلام لاہور ۱۹۶۷ء)

اور علامہ ابن تیمیہ نے الصارم المسلول میں قاضی ابویعلی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رضا اللہ تعالیٰ کی ایک صفتِ قدیمہ ہے کہ وہ اپنی رضا کا اعلان صرف انھیں کے لیے فرماتا ہے جن کے متعلق وہ جانتا ہے کہ ان کی وفات موجباتِ رضا پر ہوگی۔ (معارف القرآن، ص۱۰۶، ج۸) لہٰذا اگر کوئی تاریخی روایت اس نص قطعی کے خلاف ہوگی تو وہ لائق اعتناء نہ ہوگی۔

هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ. (الأنفال:۶۲-۶۳)

ترجمہ: اللہ ہی نے تجھ کو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا اور الفت ڈال دی ان کے دلوں کے درمیان اگر تو خرچ کر دیتا جو کچھ زمین میں ہے سارا نہ الفت ڈال سکتا ان کے دلوں میں؛ لیکن اللہ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان بیشک وہ زور آور، حکمت والا ہے۔

اسلام سے پہلے عرب میں جدال وقتال کا جو بازار گرم تھا اس سے کون ناواقف ہے، ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قبائل عرب باہم ٹکراتے رہتے تھے اور بسا اوقات ان کی قبائلی جنگوں کا سلسلہ صدیوں تک جاری رہتا، باہمی عداوت اور شقاق وعناد کے اس دور میں رحمۃ للعالمین توحید ومعرفت اور اتحاد واخوت کا عالم گیر پیغام لے کر مبعوث ہوئے کیا دنیا کی کوئی طاقت تھی جو ان درندہ صفت، جہالت پسند لوگوں میں معرفت الٰہی اور حبِ نبوی کی روح پھونک کر سب کو ایک دم باہمی اخوت والفت کی زنجیر میں جکڑ دیتی، بلاشبہ روئے زمین کے سارے خزانے خرچ کر کے بھی یہ مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا، یہ خدائی طاقت وحکمت کا کرشمہ ہے کہ کل تک جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے اور عزت وآبرو کے بھوکے تھے ان کے درمیان اس طرح سے برادرانہ اتحاد واتفاق پیدا کر دیا کہ حقیقی بھائیوں سے زیادہ ایک دوسرے سے محبت والفت کرنے لگے صحابۂ کرامؓ کی اس باہمی الفت ومحبت کا ذکر سورۂ آل عمران میں اس طرح کیا گیا ہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا. (آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن پھر اللہ نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں۔

آیت پاک محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (الفتح)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

(محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحیم ومہربان ہیں) بھی حضرات صحابہ کی باہمی رحمت والفت کی خبر دے رہی ہے۔

امام قرطبی اور عامۂ مفسرین لکھتے ہیں ”والذین معہ“ میں بلاتخصیص تمام صحابۂ کرامؓ داخل ہیں، اس آیت پاک میں تمام صحابہؓ کو آپس میں رحیم اور مہربان اور فضل خداوندی کا طالب بتایا گیا ہے۔

ان نصوص قطعیہ کے برخلاف اگر تاریخی روایتیں یہ شہادت دیں کہ صحابہ آپس میں ذاتی پرخاش اور بغض وعناد رکھتے تھے تو یہ شہادتِ زور ہوگی جو کسی عدالت میں بھی قابل قبول نہیں ہے، رہا معاملہ صحابہ کے باہمی مشاجرات اور آپسی لڑائیوں کا تو اس کا منشا، بغض وعداوت اور شقاق وعناد قطعی نہیں تھا؛ بلکہ اس میں ہر فریق اپنے نقطۂ نظر اور اجتہاد کے مطابق مسلمانوں کی مصالح اور راہ حق ورضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں تھا، یہ الگ بات ہے کہ ایک فریق اپنے اجتہاد میں چوک گیا جس پر وہ قابلِ گرفت نہیں؛ بلکہ مستحق اجر ہے، چنانچہ علامہ سفارینی لکھتے ہیں:

التخاصم والنزاع والتقاتل والدفاع الذی جری بینھم کان عن اجتھاد قد صدر من کل واحد من رؤس الفریقین ومقصد سائغ لکل فرقۃ من الطّائفتین وان کان المصیب فی ذلک للصواب واحدھما..... غیر ان للمخطی فی الاجتھاد اجرًا وثوابًا. (مقام صحابہ،ص۱۰۴)

> جو نزاع وجدال اور دفاع وقتال صحابہ کے درمیان پیش آیا وہ اس اجتہاد کی بنا پر تھا جو فریقین کے سرداروں نے کیا تھا اور فریقین میں سے ہر ایک کا مقصد اچھا تھا اگرچہ اس اجتہاد میں ایک ہی فریق صواب پر ہے.... مگر اپنے اجتہاد میں خطا کر جانے والے کے لیے بھی اجر وثواب ہے۔

(٤) لَا تَجِدُ قَوْماً یُؤْمِنُونَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوا آبَائَھُمْ أَوْ أَبْنَائَھُمْ أَوْ إِخْوَانَھُمْ أَوْ عَشِیْرَتَھُمْ أُوْلٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الإِیْمَانَ وَأَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ (المجادلۃ:٢٢)

ترجمہ: تو نہیں پائے گا کسی قوم کو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوستی رکھیں ان جیسے لوگوں سے جو اللہ اور رسول اللہ کے مخالف ہیں خواہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا اپنے گھرانے ہی کے کیوں نہ ہوں ان لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کو اپنے فیض غیبی سے مدد کی ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر مفسر دہلویؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں، یعنی جو دوستی نہیں رکھتے اللہ کے مخالف سے اگرچہ باپ بیٹے (وغیرہ) ہوں وہ ہی سچے ایمان والے ہیں، ان کے .... (جنت ورضوان الہی) ملتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان یہی تھی کہ اللہ ورسول کے معاملہ میں کسی چیز اور کسی شخص کی پروا نہیں کی۔ الحاصل حضرات صحابہ اسی آیت پاک کے مصداق اولین ہیں؛ چنانچہ امام قرطبی، زمخشری، حافظ ابن کثیر وغیرہ ائمہ تفسیر نے اس آیت کے تحت حضرت ابوعبیدہ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عمر فاروق وغیرہ رضوان اللہ علیہم کے بے لوث مخلصانہ واقعات بیان کیے ہیں۔

اب اس قرآنی اطلاع کے برعکس تاریخ کی روایتیں یہ خبر دیں کہ صحابہ خدا اور رسولِ خدا کے مقابلے میں اپنے بیٹے عزیز واقارب اور قبیلے وگھرانے کو اولیت دیتے تھے تو یہ روایتیں ساقط الاعتبار ہوں گی انھیں کسی طرح بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (الحجرات:۷-۸)

ترجمہ: لیکن اللہ نے محبوب بنادیا تمہارے لیے ایمان کو اور اس کو مزین کردیا تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دلوں میں کفر، گناہ اور نافرمانی کی ایسے ہی لوگ نیک راہ پر ہیں اللہ کے فضل واحسان سے اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے، یعنی اللہ سب کی استعداد وصلاحیت کو جانتا ہے اور اپنی حکمت سے ہر ایک کو وہ مقام ومرتبہ مرحمت فرماتا ہے جو اس کی استعداد کے مناسب ہو۔

یہ آیت ناطق ہے کہ بلا استثناء تمام صحابہؓ کے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر، گناہ اور نافرمانی سے نفرت وکراہیت من جانب اللہ راسخ کردی گئی تھی اور "الیکم" میں حرف "الیٰ" سے مستفاد ہوتا کہ یہ ایمان کی محبت اور کفر وفسق سے نفرت انتہا درجے کو پہنچی ہوئی تھی؛ کیونکہ "الیٰ" عربی میں انتہا وغایت کے معنی بیان کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے، نیز آیت پاک سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ سے جو لغزشیں صادر ہوتی ہیں اس کی بنیاد ضعفِ ایمان اور فسق وعصین کا (نعوذ باللہ) استحسان نہیں؛ بلکہ بہ تقاضائے بشریت ان کا صدور ہوگیا ہے، جس سے ان کے رشد پر کوئی حرف نہیں آسکتا؛ اس لیے ان کی معدودے چند لغزشوں کی بنا پر انھیں تنقید وتنقیص کا نشانہ بنانا کسی طرح بھی درست نہیں ہے؛ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ما ذكر عن الصحابة من السيئات كثير منه كذب و كثير منه كانوا مجتهدين فيه لكن لا يعرف كثير من الناس وجه اجتهادهم ما قدِّر انه كان فيه ذنب من الذنوب لهم فهو مغفور لهم، امام بتوبة واما بحسنات ماحية، و اما بمصائب مكفرة واما بغير ذلك، فانه قد قام الدليل الذى يجب القول بموجبه انهم من اهل الجنة، فامتنع ان يفعلوا ما يوجب النار لا محالة وإذا لم يمت احدهم على موجب النار لم يقدح ذلك فى استحقاقهم للجنة (المنتقىٰ ص ۲۱۹-۲۲۰)

بعض صحابہ کی طرف جو برائیاں منسوب کی گئی ہیں ان میں بیشتر خودساختہ ہیں اور ان میں بہت سی ایسی ہیں جن کو انھوں نے اپنے اجتہاد (سے حکم شرعی سمجھ کر) کیا؛ مگر لوگوں کو ان کے اجتہاد کی وجہ معلوم نہ ہوسکی اور جن کو گناہ ہی مان لیا جائے تو ان کا وہ گناہ معاف ہوگیا، یہ عفو و مغفرت یا تو توبہ کی بنا پر ہے یا ان کی (کثرت) حسنات نے ان گناہوں کو مٹادیا، یا دنیاوی مصائب ان کے لیے کفارہ بن گئیں، علاوہ ازیں دیگر اسباب مغفرت بھی ہوسکتے ہیں؛ کیونکہ قرآن وسنت سے ان کا جنتی ہونا ثابت ہوچکا ہے؛ اس لیے یہ ناممکن ہے کہ کوئی ایسا عمل ان کے نامۂ اعمال میں باقی رہے جو جہنم کی سزا کا سبب بنے ،تو جب حضرات صحابہ میں سے کوئی ایسی حالت میں وفات نہیں پائے گا جو دخول جہنم کا ذریعہ ہے تو اب کوئی چیز ان کے استحقاق جنت میں مانع نہیں ہوسکتی۔

صحابہ کے ایمان واخلاص، دیانت وعدالت پر اس قرآنی شہادت کے بعد کسی تاریخی مفروضہ کی بنیاد پر صحابۂ کرام کے اسلام کو استسلام سے تعبیر کرنا ایمان بالقرآن سے میل کھاتا ہے؟ پرستارانِ تاریخ ودلدادگان سید قطب وطٰہٰ حسین کو سوچنا چاہیے کہ وہ کس سے رشتہ توڑ رہے ہیں اور کس سے ناطہ جوڑ رہے ہیں

بقول دشمن پیمانِ دوست بشکستی
ببیں از کہ بریدی و باکہ پیوستی

قرآن مقدس کی مندرجہ بالا آیات بصراحت ناطق ہیں کہ

(۱) بغیر کسی استثناء کے تمام صحابہؓ جنتی ہیں۔

(۲) سارے صحابہؓ کو اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا وخوشنودی حاصل ہے۔

(۳) جملہ اصحابِ رسول آپس میں برادرانہ الفت واخوت رکھتے تھے۔

(۴) سبھی حضرات صحابہ اللہ ورسول کے معاملے میں نسبی وقبائلی عصبیت سے بالکل پاک تھے۔

(۵) ہر ایک صحابی کا دل ایمان واخلاص کی محبت سے مزین اور کفر، فسق اور نافرمانیوں سے متنفر تھا۔

صحابہ کا مقام حدیث کی نظر میں

کتاب الٰہی کی ان واضح تصریحات کے ساتھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی پیش نظر رکھیں تاکہ بات بالکل منقح ہوجائے اور کسی تاویل باطل سے آپ شکوک وشبہات میں گرفتار نہ ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے:

(۱) خیرالناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم، فلا ادری ذکر قرنین او ثلاثۃ الخ. (السنۃ الامالکا جمع الفوائد، ص ۲۰۱، ج۲ طبع الھند)

ترجمہ: سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر انکا جو اس سے متصل ہیں، پھر ان کا جو اس سے متصل ہیں، راویِ حدیث کہتے ہیں مجھے یاد نہیں رہا کہ ''ثم الذین یلونھم'' آں حضرتؐ نے دو مرتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔

اس حدیث پاک سے متعین طور پر معلوم ہوگیا کہ عہد نبوی کے بعد سب سے بہتر زمانہ صحابۂ کرام کا ہے ''اصابہ'' کے مقدمہ میں مشہور شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ وتواتر عنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم الخ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث محدثین کے نزدیک متواتر ہے جس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔

(۲) عن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ اختار اصحابی علی الثقلین سوی النبیین والمرسلین، رواہ البزار بسند رجالہ موثقون.

ترجمہ: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو انبیاء ومرسلین کے علاوہ تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے۔

یہ حدیث پاک اس بات پر نص ہے کہ تمام حضرات صحابہ اللہ تعالیٰ کے منتخب وبرگزیدہ ہیں، جماعت انبیاء کے بعد گروہ جن وانس میں سے کوئی بھی ان کے مقام ومرتبہ کو نہیں پاسکتا، شرف صحابیت ایک ایسا شرف ہے جس کے مقابلے میں ساری فضیلتیں ہیچ در ہیچ ہیں؛ اسی لیے حضرت سعید بن زید (یکے از عشرۂ مبشرہ) قسم کھا کر فرماتے ہیں:

[Website: DifaAhleSunnat.com]

واللّٰه لشهد رجل منهم مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یغبر فیه وجهه خیر من عمل احدکم ولو عمّر عمر نوح (جمع الفوائد، ص۲۰۲، ج۲)

ترجمہ: خدا کی قسم صحابہ میں سے کسی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی جہاد میں شرکت جس سے اس کا (صرف) چہرہ غبار آلود ہوجائے غیر صحابی میں سے ہر فرد کی عمر بھر کی عبادت وعمل صالح سے بہتر ہے اگرچہ اس کو عمر نوحؑ مل جائے۔

صحابیٔ رسول آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

(۳) اللّٰه اللّٰه فی اصحابی لا تتخذوهم غرضا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن اذاهم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰه فیوشك ان یاخذه (للترمذی جمع الفوائد، ص۲۰۱، ج۲)

ترجمہ: اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں میرے بعد ان کو (طعن وتشنیع) کا نشانہ نہ بناؤ؛ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ کو ایذا پہونچانا چاہے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب میں پکڑ لے۔

آیت کریمہ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ الخ کی تفسیر میں امام قرطبی نے آں حضرت ﷺ کی درج ذیل حدیث ذکر کی ہے جس سے حدیث بالا کی تائید ہوتی ہے۔

(٤) من احب اللّٰه عز وجل فلیحبنی ومن احبنی فلیحب اصحابی ومن أحب أصحابی فلیحب القرآن ومن احب القرآن فلیحب المساجد الخ (الجامع لاحکام القرآن ج۲۱ ص ۲٦٦)

ترجمہ: جو اللہ سے محبت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مجھ سے محبت رکھے اور جو مجھ سے محبت رکھے اسے چاہیے کہ میرے اصحاب سے محبت رکھے اور جو صحابہ سے محبت رکھے اسے چاہیے کہ قرآن سے محبت رکھے اور جو قرآن سے محبت رکھے اسے چاہیے کہ مساجد سے محبت رکھے۔

کوئی انتہا ہے حضراتِ صحابہؓ کی رفعت مقام کا کہ سید المرسلین، محبوب رب العالمین، خلاصۂ کائنات، فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرامؓ کی محبت کو اپنی محبت بتارہے ہیں اور ان سے بغض وعناد کو اپنے ساتھ بغض وعناد قرار دیتے ہیں، جس کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

ادنیٰ درجہ کی محبت بھی ہوگی وہ اصحابِ رسول کی شان میں لب کشائی کی جرأت کرسکتا ہے؟ اور جب کہ آپؐ نے صاف فرمادیا ہو کہ دیکھو میرے بعد میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور انھیں اپنے اعتراضات کا ہدف نہ بنانا۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے لا تسبوا اصحابی فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لاتقبل الله منه صرفا ولا عدلا (شرح الشفاء للملا علی قاری، ص ۷۵۵، ج۲)

ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں: اذا رائيتم الذين يسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم (الترمذی جمع الفوائد، ص ۲۰۱، ج۲)

ان احادیث پاک پر بطور خاص ان لوگوں کو غور کرنا چاہیے جو مؤرخین کی گری پڑی روایتوں اور ان کے طبع زاد مفروضوں کو بنیاد بنا کر صحابۂ کرامؓ کے اخلاق واعمال کی ایسی تصویر پیش کرتے ہیں جسے وہ خود اپنے یا اپنے بڑے بوڑھوں کے بارے میں قطعاً گوارہ نہیں کرسکتے تو کیا (نعوذ باللہ) صحابۂ کرام میں فروتر اور پست تھے؟ (العیاذ باللہ)

(۵) عن انس قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم مثل اصحابی فی امتی كالملح فی الطعام لا يصلح الطعام الا بالملح (مشكوة شريف بحواله شرح السنة، ص ٥٥٤)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں میرے اصحاب کی وہی حیثیت ہے جو نمک کی کھانے میں ہے کہ بغیر نمک کا کھانا پسندیدہ نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح عمدہ سے عمدہ تر کھانا بے نمک کے پھیکا اور بے مزہ ہوتا ہے بعینہٖ یہی حال امت کا ہے کہ اس کی ساری صلاح وفلاح اور اس کا تمام تر شرف ومجد صحابہ کی مقدس جماعت کا مرہون احسان ہے اگر اس جماعت کو درمیان سے الگ کردیا جائے تو امت کے سارے محاسن وفضائل بے حیثیت اور غیر معتبر ہوجائیں گے۔

الحاصل اس حدیث میں واضح اشارہ ہے کہ امت مسلمہ کے دین کی صحت ودرستگی کے لیے حضرات صحابہؓ کے اقوال واعمال حجت وسند اور معیار کا درجہ رکھتے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ

(۱) عہد نبوی کے بعد صحابہ کا دور سارے زمانہ سے بہتر ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

(۲) حضرات صحابہؓ اللہ کے منتخب و برگزیدہ ہیں، جماعت انبیاء کے علاوہ جن و بشر کا کوئی بھی فرد ان کے مقام و مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

(۳) صحابہؓ کی محبت محبت رسول کی علامت اور ان سے بغض وعناد رسول اللہ ﷺ سے بغض وعناد کی نشانی ہے، صحابہؓ کو ایذا پہونچانا خود نبی پاک ﷺ کو اذیت پہنچانے کے مرادف ہے۔

(۴) حضرات صحابہؓ کو تنقید و تنقیص کا ہدف بنانا ناجائز و حرام ہے۔

(۵) امت کا سارا شرف و مجد صحابہؓ کے ساتھ وابستگی پر موقوف ہے اور ان کا قول و عمل امت کے لیے حجت ہے۔

آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے نصوص سے ثابت شدہ صحابہؓ کے اسی امتیازی مقام و مرتبہ کو ایک دو گمراہ فرقوں کے علاوہ ساری امت ہمیشہ سے مانتی چلی آرہی ہے، ان کے حق میں طعن و تشنیع، سب و شتم اور اس کی عیب جوئی اور اہانت کو اکبر کبائر میں شمار کیا جاتا رہا ہے۔

چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں:

(۱) واعلم ان سب الصحابة حرام من فواحش المحرمات سواء لابس الفتنة منهم او غيره. (شرح مسلم، ص ۳۱۰، ج۲)

ترجمہ: اچھی طرح سمجھ لو کہ صحابہ کا نازیبا الفاظ سے ذکر کرنا حرام ہے اور بڑے حراموں میں سے خواہ وہ صحابی باہمی جنگ کے فتنہ میں مبتلا ہوئے ہوں یا اس سے بری ہوں۔

حضرت امام مالکؒ کا قول مشہور شارح حدیث ملا علی قاریؒ ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

(۲) من شتم احدا من اصحاب النبی صلى الله عليه وسلم ابابكر او عمر او عثمان او عليا او معاوية او عمرو بن العاص فان قال شاتمهم كانوا على ضلال او كفر قتل وان شتم بغير هذا نكل نكالا شديدا (شرح الشفاء، ص ۷۵۵، ج۲)

ترجمہ: جس نے اصحاب رسول میں سے کسی کو، مثلاً ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، معاویہؓ، عمرو بن عاصؓ کو گالی دی اگر انھیں گالی دینے والا یہ کہتا ہے کہ وہ کفر و ضلالت پر تھے تو اسے قتل کیا جائے گا اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور کہتا ہے تو اسے سخت عبرتناک سزا دی جائے گی۔

عظیم المرتبت محدث امام ابوزرعہ الرازیؒ فرماتے ہیں:

(۳) اذا رأيت الرجل ينتقص احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم انه زنديق وذلك ان الرسول حق، والقرآن حق وما جاء به حق وانما روى الينا

ذٰلك كله الصحابة وهؤلاء يريدون ان يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة والجروح بهم اولىٰ وهم زنادقة. (الاصابة، ص ۱۱، ج ۱)

ترجمہ: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ میں سے کسی کی تنقیص کررہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ زندیق ہے اور یہ اس لیے ہے کہ رسول حق ہیں، قرآن حق ہے، قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے حق ہے اور ان سب کو ہم تک پہنچانے والے صحابہؓ ہیں تو یہ عیب جو یان صحابہؓ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں اور واسطہ کو مجروح کردیں؛ تاکہ وہ کتاب وسنت کو باطل اور بے اصل ٹھہرادیں، لہٰذا یہی بدگو مجروح ہونے کے زیادہ مستحق ہیں یہ لوگ تو زندیق ہیں۔

امام ذہبیؒ اپنی مشہور کتاب ''الکبائر'' میں لکھتے ہیں:

(٤) من ذم اصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بشيء وتتبع عثراتهم وذكر عيبا واضافه اليهم كان منافقا الخ. (ص ۲۳۹)

ترجمہ: جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی کسی نوع کی مذمت کی اور ان کی عیب جوئی اور لغزشوں کی تلاش کے پیچھے لگا رہا یا کسی عیب کا ذکر کرکے اس کی نسبت صحابہ کی جانب کردی تو وہ منافق ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ان کے تلمیذ المیمونی ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

(٥) سمعت احمد يقول مالهم ولمعاوية نسأل اللّٰه العافية وقال لى يا ابا الحسن اذا رأيت احدا يذكر اصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بسوء فاتهمه على الاسلام. (مقام صحابه، ص ۷۷)

ترجمہ: میں نے امام احمد سے فرماتے ہوئے سنا لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ حضرت معاویہؓ کی برائی کرتے ہیں ہم اللہ سے عافیت کے طلب گار ہیں پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہؓ کا ذکر برائی سے کررہا ہے تو اس کے اسلام کو مشکوک سمجھو۔

حضرات ائمہ ومحدثین کے ان اقوال کا حاصل یہی ہے کہ حضرات صحابہؓ کی اہانت، برائی اور ان کے اوپر طعن وتشنیع عظیم تر گناہ کبیرہ ہے، کسی مخلص سچے مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ رسول خدا کے مخلص وجاں نثار ساتھیوں کو ہدف ملامت اور نشانۂ مذمت بنائے ایسی شنیع جسارت کوئی زندیق، منافق اور مشکوک الاسلام ہی کرسکتا ہے۔ (نعوذ باللہ منہ)

محقق ابن ہمامؒ اسلامی عقائد پر اپنی جامع کتاب مسایرہ میں لکھتے ہیں:

[Website: DifaAhleSunnat.com]

واعتقاد اهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة وجوبا باثبات العدالة لكل منهم والكف عن الطعن منهم والثناء عليهم (ص ۱۳۲)

ترجمہ: اور اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر صحابی کے لیے عدالت ثابت کرتے ہوئے تمام صحابہؓ کا تزکیہ کیا جائے، ان پر طعن سے باز رہا جائے اور ان کی تعریف کی جائے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے شرح عقیدۂ واسطیہ میں اس عقیدہ کی تصریح ان الفاظ میں کی ہے:

عن اصول اهل السنة سلامة قلوبهم والسنتهم لاصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم (ص ۴۰۳)

ترجمہ: اہل سنت کے اصول عقائد میں سے ہے کہ اپنے دلوں اور زبانوں کو صحابہؓ کے معاملے میں صاف رکھتے ہیں۔

عقائد کی معروف کتاب شرح مواقف میں سید شریف جرجانی رقم طراز ہیں۔

المقصد السابع انه يجب تعظيم الصحابة كلهم والكف عن القدح فيهم لان اللّٰه عظيم واثنىٰ عليهم فى غير موضع فى كتابهم (عقیدہ سے متعلق یہ تینوں حوالے ''مقام صحابہ'' از مفتی محمد شفیعؒ سے ماخوذ ہیں)

ترجمہ: ساتواں مقصد اس بیان میں ہے کہ تمام صحابہ کی تعظیم اور ان پر طعنہ زنی سے رکنا واجب ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ عظیم ہے اور اس نے اپنی کتاب میں ان حضرات کی بہت سے مقامات میں تعریف بیان کی ہے۔

❁ ❁ ❁

اجماعِ امت اور عدالتِ صحابۂ کرامؓ

از: مولانا مہر محمد میانوالی

ائمہ سلف وخلف اور تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اس عقیدہ پر اجماع چلا آرہا ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ بغیر کسی استثناء کے عادل اور واجب التعظیم والاحترام ہیں، ان کی روایت بلا چون و چرا قابلِ قبول اور واجب التسلیم ہے، ان میں سے کسی پر بھی طعن کرنا جائز نہیں۔ ان کے آپس کے مشاجرات کی بحث سے رکنا چاہیے۔ ہاں! ان کے دامن کی صفائی بیان کرنے کے ذکر میں کوئی مضائقہ نہیں؛ جب کہ نیت صحیح ہو۔ ان کی اجتہادی خطاؤں کی صحیح تاویلیں ہیں۔

نیز یہ کہ اس پر بھی وہ ماجور ہوں گے؛ کیونکہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ جب مجتہد اجتہاد کرے؛ اگر اجتہاد صحیح نکلے تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر غلط ہوجائے تو اس کو ایک اجر ملے گا۔ (بخاری ومسلم)

صحابۂ کرامؓ میں سے حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کے صراحتاً اور بقیہ صحابہؓ کے احادیث نبویہ کے ضمن میں کئی ارشادات منقول ہیں، اس باب کا افتتاح ہم سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود المتوفی ۳۳ھ رضی اللہ عنہ کے اس سنہری فرمان سے کرتے ہیں:

عن ابن مسعود قال من كان مستنًا فليستن بمن قد مات فان الحى لا تؤمن عليه الفتنة أولئك أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا أفضل هذه الأمة وأبرها قلوبا وأعمقها علما وأقلها تكلفًا اختارهم الله لصحبة نبيه ولإقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم اتبعوهم على أثرهم وتمسكوا بما استطعتم من أخلاقهم وسيرهم فإنهم كانوا على الهدى المستقيم. (رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ، ص۳۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص سنت کا اتباع کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ فوت شدہ بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلے؛ اس لیے کہ زندہ پر فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے۔ ایسے بزرگان دین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہی ہیں جو سب امت سے افضل، سب امت سے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

زیادہ پاکیزہ دلوں والے سب امت سے بڑھ کر گہرے اور ٹھوس علم والے اور سب سے کم تکلف والے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت کے لیے اور دین کی اقامت اور سربلندی کے لیے چن لیا۔ ان کی فضیلت کو پہچانو، ان کے نقش قدم کی پیروی کرو اور ان کے اخلاق اور سیرت کو حتی الوسع اپنانے کی کوشش کرو کہ وہ سیدھی راہ پر گامزن تھے۔

چار مذاہب کے ائمہ کی شہادت

اب حضرات ائمہ اربعہ متبوعینؒ کے اقوال ملاحظہ ہوں:

امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہؒ المتوفی (۱۵۰ھ) قرآن وسنت کے بعد بلا استثناء صحابۂ کرامؓ کے اقوال کو دین میں حجت سمجھتے تھے۔ کسی مسئلہ میں اگر کسی صحابیؓ سے کچھ مروی ہوتا تو اپنا اجتہاد ورائے چھوڑ دیتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول مشہور ہے:

اٰخذ بکتاب اللّٰہ فإن لم أجد فبسنة رسول اللّٰہ فإن لم أجد فبقول الصحابة اٰخذ بقول من شئت منهم ولا أخرج عن قولهم الی غیرهم. (تہذیب التہذیب، ج۱، ص۴۵۰ ومناقب ابی حنیفہؒ للذہبی)

ترجمہ: میں پہلے کتاب اللہ سے استدلال کرتا ہوں اگر اس میں مجھے دلیل نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لیتا ہوں اور اگر اس میں بھی مجھے دلیل نہ ملے تو میں حسب مرضی صحابۂ کرامؓ کے اقوال سے استدلال کرتا ہوں اور ان کا قول چھوڑ کر دوسروں کے قول کی طرف نہیں جاتا۔

سنن الکبریٰ للبیہقی میں امام شافعیؒ المتوفی (۲۰۴ھ) سے منقول ہے:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی مسئلہ میں جب تک قرآن وسنت میں دلیل موجود ہو تو اس کا علم رکھنے والے کو قرآن وسنت کی اتباع کے بغیر چارہ نہیں اور اگر قرآن وسنت میں دلیل نہ ہو تو ہم صحابۂ کرامؓ کے سب اقوال کی طرف یا ان میں سے کسی ایک کے قول کی طرف رجوع کریں گے۔

(کچھ آگے فرماتے ہیں) جب ائمہ (خلفاء راشدینؓ) سے کچھ ثبوت نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہؓ دین کے امین ہیں، ہم ان کے اقوال لیں گے اور صحابۂ کرامؓ کی اتباع دوسروں کی اتباع کی بہ نسبت ہمیں زیادہ مناسب ہے۔ (ازالۃ الخفا، ج۱، ص۶۴، فصل دوم لوازم خلافت خاصہ)

حنفیہؒ کی اصول سرخسی جلد۲ ص ۱۰۶ پر امام مالکؒ المتوفی (۱۷۶ھ) کا بھی یہی مذہب بتایا ہے۔ امام مالکؒ کو صحابہؓ کی تکریم کا خاص اہتمام تھا؛ چنانچہ قاضی عیاض اور ملا علی قاریؒ شرح شفا میں فرماتے ہیں:

''امام مالک فرماتے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کسی کو برا بھلا کہا خواہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم ہوں یا حضرت معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ ہوں اگر یوں کہا کہ وہ کافر اور گمراہ تھے تو یہ واجب القتل ہے اور اگر عام لوگوں جیسی گالی دے تو اسے سخت سزا دی جائے۔'' (شرح شفاء لملاعلی قاری، ج۲ص ۵۵۶)

الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص۵۷۳ پر علامہ ابن تیمیہؒ امام احمد بن حنبلؒ المتوفی (۲۴۱ھ) سے نقل فرماتے ہیں:

خير الأمة بعد النبى صلى الله عليه وسلم أبوبكر وعمر بعد أبى بكر وعثمان بعد عمر و على بعد عثمان و وقف قوم وهم خلفاء راشدون مهديون ثم أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد هؤلاء الأربعة خير الناس لا يجوز لأحد أن يذكر شيئًا من مساوريهم ولا يطعن على أحد منهم بعيب ولا نقص فمن فعل ذلك فقد وجب تأديبه. (قال فى الرسالة التى رواها ابوالعباس محمد بن يعقوب الاصطخرى)

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں، ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ ہیں، عمرؓ کے بعد عثمانؓ ہیں، عثمانؓ کے بعد علیؓ ہیں۔ (رضی اللہ عنہم)

(آخری قول میں) ایک جماعت نے توقف کیا ہے یہ ہدایت یافتہ خلفاء راشدینؓ تھے پھر چار حضرات کے بعد سب صحابۂ کرامؓ سب سے افضل ہیں کسی کو جائز نہیں کہ ان کی برائی کرے، کسی میں کوئی عیب اور نقص کی وجہ سے اعتراض نہ کرے جس نے ایسا کیا اسے سزا دینی واجب ہے۔

یہ تصریحات عدالت صحابۂ کرامؓ کو متضمن اور مستلزم ہیں کما لا یخفی۔

محدثین کرامؒ کی شہادت

امام سفیان ثوریؒ المتوفی (۱۶۷ھ) سے منقول ہے:

قال عبد الله بن هاشم الطوسى حدثنا وكيع قال سمعت سفيان يقول فى قوله تعالىٰ قل الحمد لله وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ، قال هم أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم (الاصابه لحافظ بن حجر، ج۱، ص۱۳)

ترجمہ: عبداللہ بن ہاشم طوسی کہتے ہیں کہ ہم سے وکیع بن الجراح نے سفیان ثوری سے یہ نقل کیا ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہیں'' آپ کہیے سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ کے.... پر سلامتی ہو جن کو اس نے پسند کرلیا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

سہل بن عبداللہ تستریؒ المتوفی کہتے ہیں جو علم وزہد اور جلالۃ شان میں مشہور ہیں کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی تعظیم نہیں کی وہ صحیح طور پر حضور علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا۔ (رسالہ تائید مذہب اہل سنت، ص۵۲ از مجدد الف ثانیؒ)

علامہ مبارک بن محمد بن اثیر جزریؒ المتوفی (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

الصحابة رضی اللہ عنهم أجمعين عدول بتعديل اللہ عز وجل ورسوله صلی اللہ عليه وسلم لا يحتاجون إلى بحث عن عدالتهم وعلیٰ هذا القول معظم المسلمين من الأئمة والعلماء من السلف والخلف. (جامع الاصول من احادیث الرسول، ج۱، ص۷۳)

ترجمہ: سب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعدیل کردی ہے ان کی عدالت کے متعلق بحث کرنے کی حاجت نہیں اسی اعتقاد پر مسلمانوں کے سربرآوردہ ائمۂ کرامؒ اور متقدمین متاخرین علماء کرام چلے آرہے ہیں۔

حافظ محی الدین ابوزکریا بن شرف النوریؒ المتوفی (۶۷۱ھ) رقم طراز ہیں۔

ولهذا اتفق أهل الحق ومن يعتد به فی الإجماع علی قبول شهاداتهم ورواياتهم وكمال عدالتهم رضی اللہ عنهم اجمعين. (شرح مسلم، ج۲، ص۲۷۲)

ترجمہ: اس لیے اہلِ حق جماعت اور جن کا اجماع معتبر ہے صحابۂ کرامؓ کی مروی احادیث کی قبولیت ان کی شہادت کی صداقت اور کامل عدالت پر متفق ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوچکا۔

حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ المعروف بابن عبدالبرؒ المتوفی (۴۶۳ھ) ''الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب'' کے آغاز میں لکھتے ہیں۔

''سنن نبویہ کی حفاظت اور معین اسباب میں سے ان حضرات کی معرفت بھی ہے جنھوں نے سنن نبویہ (علی حبہا الصلوٰۃ والتسلیم) کو اپنے نبی سے نقل کرکے سب لوگوں تک پہنچایا اور اس کی کما حقہ حفاظت اور تبلیغ کی ہے۔ وہ لوگ آپ کے صحابۂ کرامؓ اور حواری ہیں کہ انھوں نے سنت کو محفوظ کیا اور اسلام ومسلمانوں کی خیرخواہی سمجھ کر اس فریضہ کو ادا کیا حتیٰ کہ ان کی نقل اور روایت سے دین مکمل ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی حجت مسلمانوں پر ثابت ہوگئی۔ یہی لوگ سب سے افضل اور سب امت سے بہتر تھے جو لوگوں کی تبلیغ کے

لیے بھیجی گئی۔ ان تمام کی عدالت ثابت ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف بیان کی ہے ان لوگوں سے بڑھ کر کوئی عادل نہیں ہوسکتا جن کو اللہ نے اپنے نبی کی صحبت اور مدد کے لیے چن لیا۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی تزکیہ کا مقام ہوسکتا ہے اور نہ ثبوتِ عدالت اس سے اکمل طریقے سے ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں محمد رسواللہ الخ۔''

آگے اسی کتاب کے ص ۹ پر لکھتے ہیں۔

وإن كان الصحابة رضى الله عنهم قد كفينا البحث عن أحوالهم الجماع أهل الحق من المسلمين وهم أهل السنة والجماعة علىٰ أنهم عدول.

ترجمہ: اگر چہ سب صحابہؓ کے بارے میں ہم کافی بحث کر چکے ہیں؛ کیونکہ اہل حق مسلمانوں کا جو اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہیں اس پر اجماع ہے کہ سب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عدول ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی (۸۵۲ھ) الاصابہ، ج۱ص۱۰ پر لکھتے ہیں:

وقال أبو محمد ابن حزمؒ الصحابة كلهم من أهل الجنة قطعا. قال الله تعالىٰ لا يستوى منكم من أنفق من قبل الفتح وقاتل الآية وقال تعالىٰ إن الذين سبقت لهم منا الحسنىٰ. أولئك عنها مبعدون فثبت أن الجميع لأهل الجنة لأنهم يخاطبون بالآية السابقة.

ترجمہ: علامہ ابومحمد حافظ بن حزمؒ کہتے ہیں کہ سب صحابۂ کرامؓ اہل جنت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''جس نے فتحِ مکہ سے پہلے انفاق وقتال کیا، وہ اس کے برابر نہیں جس نے بعد میں انفاق وقتال کیا، الآیہ۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جن لوگوں سے ہماری طرف سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے، یہ لوگ آگ سے دور رکھے جائیں گے، پس ثابت ہوا کہ تمام صحابہؓ اہلِ جنت میں سے ہیں؛ اس لیے کہ آیتِ سابقہ میں وہی (فتح مکہ سے قبل اور بعد والے مومن) مخاطب ہیں۔

اور یہ سوال کیا جائے کہ آیت مذکورہ میں انفاق اور قتال کی قید اور ایسے ہی احسان کی قید ہے کہ جو صحابی ان صفات سے موصوف نہ ہو یہ آیت اسے شامل نہ ہو؛ حالانکہ صحابہؓ کے ... ہونے کے لیے یہ صریح آیتیں ہیں اسی لیے تو مازری نے شرح برہان میں لکھا ہے کہ ''الصحابة عدول'' سے ہر وہ صحابی مراد نہیں جسے ایک دن یا کبھی ایک ساعت آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی یا کسی اور غرض سے آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور چلا گیا ہو؛ بلکہ اس سے وہ صحابہؓ مراد ہیں جو کافی عرصہ آپ ﷺ کی خدمت میں رہے آپ ﷺ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کی توقیراور نصرت کی اور آپ ﷺ پر نازل شدہ نور کی پیروی کی تو علامہ بن حزمؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں۔

والجواب عن ذلك ان التقييدات المزكورة أخرجت تحرج الغالب وإلا فالمراد بالإنفاق والقتال بالفعل والقوة.

ترجمہ: اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ قیدیں تغلیبی طور پر لگائی گئی ہیں کہ اکثر صحابۂ کرامؓ انفاق اور قتال کرتے تھے) ورنہ انفاق وقتال سے مراد عام ہے۔ بالفعل کیا ہو یا بالقوۃ کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔

اور حافظ بن حجرؒ بھی اس قول کا تخطیہ یوں کرتے ہیں۔

''کہ مازری کے اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی؛ بلکہ محققین اور فضلاء کی ایک جماعت نے اس پر طعن کیا ہے، شیخ صلاح الدین علائی کہتے ہیں کہ مازری کا یہ قول نادر ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ بہت سے صحابۂ کرامؓ جو صحابیت اور روایت میں مشہور ہیں ان کو عادل نہ کہا جائے، جیسے وائل بن حجر مالک بن الحویرث اور عثمان بن ابی العاص وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ جو آپ ﷺ کی خدمت میں وفد کی صورت میں حاضر ہوئے تھے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر چلے گئے تھے اور اسی طرح اس قول سے وہ صحابہؓ بھی عادل نہ ہوں گے جن کی روایت حدیث صرف ایک ہے یا آپ ﷺ کی خدمت میں ان کی مقدارِ صحبت معلوم نہیں جیسے عرب کے قبائل وغیرہ''۔

والقول بالتعميم هو الذى صرح به الجمهور وهو المعتبر (الاصابه، ج۱، ص۱۱)

ترجمہ: تمام صحابۂ کرامؓ کو عادل کہنے کی ہی جمہور علماء امت نے تصریح کی ہے اور یہی معتبر مسلک ہے۔

خطیب بغدادی ''الكفايه فى علوم الروايه'' میں عدالتِ صحابہؓ پر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''عدالتِ صحابہؓ کے موضوع پر احادیث بہت کثرت سے مروی ہیں ان تمام کا تقاضا یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ (منافی عدالت امور سے) طاہر ہوں اور قطعاً عادل اور برائیوں سے منزہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ان کی عدالت پر شہادت کے بعد۔ جو ان کے باطن سے واقف ہے۔ کوئی صحابیؓ ثبوت عدالت میں کسی مخلوق کی تعدیل کا محتاج نہیں اور وہ اسی وصفت پر سمجھے جائیں گے تا آنکہ کسی سے ایسے جرم کا ثبوت ہوجائے جو نافرمانی کے

قصد ہی سے- بلا احتمال غیر ہوسکتا ہو اور تاویل کی کوئی گنجائش نہ رہے تو عدالت کی نفی تسلیم کی جائے گی؛ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے جرم کے ارتکاب سے بری اور ان کی شان کو اس سے برتر بنایا ہے۔ علاوہ ازیں بالفرض خدا اور رسولؐ کی جانب سے ان کی مذکورہ ثنا وتعدیل نہ بھی ہوتی تو بھی ان کی مندرجہ ذیل سیرت ان کے قطعی عادل اور گناہوں سے صاف ہونے پر قوی شہادت تھی۔ مثلاً ہجرت، جہاد فی سبیل اللہ، نصرۃ رسول اپنی جان واموال کی قربانی، اپنے آبا واجداد کو اور اولاد کو قتل کرنا، دین کی خیرخواہی اور ایمان میں قوت اور پختگی وغیرہ۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ان کے بعد آنے والوں میں جن جن کا تزکیہ اور شہادت عدالت دی جائے گی ان سب سے وہ افضل ہیں۔ یہی مذہب تمام علماء امت اور قابل اعتماد فقہاء کا ہے۔"

اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ، ج۱، ص۲ پر علامہ جزریؒ لکھتے ہیں کہ

صحابۂ کرامؓ سب امور میں عام رواۃ کی صفات (حفظ اتقان وغیرہ) میں شریک ہیں؛ مگر جرح تعدیل میں نہیں؛ کیونکہ وہ سب کے سب عادل ہی ہیں ان پر جرح کی کوئی سبیل نہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پاک صاف اور عادل قرار دیا ہے اور یہ مشہور چیز ہے جس کے ذکر کی حاجت نہیں۔

علامہ قرطبی مالکی محمد بن احمد الانصاریؒ المتوفی (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں۔

قلت فالصحابة كلهم عَدول أولياء الله تعالىٰ وأصفياءه وحيرته من خلقه بعد أنبياءه ورسله هذا مذهب أهل السنة والذى عليه الجماعة من أئمة هذه الأمة.

ترجمہ: میں کہتا ہوں سب صحابۂ کرامؓ عادل اللہ تعالیٰ کے دوست اس کے برگزیدہ بندے اور انبیاء اور رسول کے بعد اس کی سب مخلوقات سے افضل ہیں یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے اور اس پر اس امت کے ائمہ کی ایک بڑی جماعت کا اعتقاد ہے۔ (تفسیر قرطبی، ج۱۶، ۲۹۹)

علماء اصول حدیث کی شہادت

امام نووی اور جلال الدین سیوطیؒ المتوفی (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں۔

الصحابة كلهم عدول مَن لَابَسَ الفِتَنَ وغيرهم فإجماع من يعتد به وقالت المعتزلة عدول إلا من قاتل عليها وقيل اذا انفرد وقيل إلا المقاتل والمقاتل له. وهذا كله ليس بصواب إحسانا للظن بهم وحملا لهم فى ذلك على الاجتهاد الماجور فيه

[Website: DifaAhleSunnat.com]

كلهم منهم. (تقريب مع شرح تدريب الراوى، ص ۴۰۰)

ترجمہ: سب صحابۂ کرامؓ عادل ہیں فتنہ سے دوچار ہونے والے بھی اور دوسرے بھی اس پر معتمد ترین علماء کا اجماع ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے لڑنے والوں کے سوا سب عدول ہیں ایک قول یہ ہے کہ جب صحابیؓ تنہا روایت کرے (تو عادل شمار نہ ہوگا) ایک قول یہ بھی ہے کہ آپس میں لڑائی کرنے والے عادل نہیں۔ یہ سب اقوال درست نہیں؛ تاکہ صحابیؓ سے حسن ظنی باقی رہے اور ان مشاجرات کو اس خطِ اجتہادی پر محمول کیا جائے جس میں ہر ایک کو اجر وثواب ملے گا۔

سید قاسم الاندجانی المصباح، ص ۲۱۱ھ پر لکھتے ہیں۔

والصحابةُ كلهم عَدُولٌ رضى الله عنهم سواء في ذلكَ مَنُ لَابَسَ الفِتَنَ ومن لم يُلَابِسُها وذلك مما لا يشتبهُ أحدٌ من المسلمين الذين انتهت عليهم زِعامة وعنهم تَصُدُر الاراء والحُجَج.

ترجمہ: سب صحابۂ کرامؓ عادل ہیں خواہ فتنہ میں شریک ہوئے ہوں یا نہ اور یہ وہ عقیدہ ہے جس میں کسی ایسے مسلمان کو اشتباہ نہیں جن پر مسلمانوں کی قیادت ختم ہے اور انہی سے شرعی دلائل اور آراء منقول ہوتی ہیں۔

علامہ ابن صلاح ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمنؒ المتوفی (۶۴۳ھ) اپنے رسالہ ''علوم الحدیث'' المعروف بمقدمہ ابن صلاح، ص ۲۶۴ میں لکھتے ہیں۔

الثانية للصحابة بأسرهم خصيصة وهى أنه لا يُسئل عن عدالة أحد منهم بل ذلك أمر مفروغ عنه لكونهم على الإطلاق معدلين بنصوص الكتاب والسنة وإجماع من يعتد به فى الاجماع من الامة.

ترجمہ: (دوسرا فائدہ) سب صحابۂ کرامؓ کی ایک خصوصیت ہے وہ یہ کہ کسی کی عدالت کے متعلق (باز پرس کا) سوال پیدا نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ مسئلہ طے شدہ ہے کیونکہ وہ مطلق کتاب وسنت کی نصوص اور تصریحات اور امت کے قابل اعتماد علماء کے اجماع سے عادل ہیں۔

پھر چند احادیث اور آیات قرآنیہ پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

> ''تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت پر سب امت متفق ہے اور جو فتنہ میں مبتلا ہوئے اجماع میں قابل اعتماد علماء کے اجماع سے وہ بھی عادل ہیں ان پر حسن ظنی رکھتے ہوئے اور جو کچھ ان کے لیے فضائل منقول ہیں ان پر نظر رکھتے ہوئے یہ عقیدہ ضروری ہے گویا اللہ

تعالیٰ نے ان کی عدالت پر اجماع قائم کرادیا؛ کیونکہ وہ شریعت کے نقل کرنے والے ہیں۔(علوم الحدیث،ص ۲۶۵)

علی بن محمد علامہ سخاویؒ المتوفی (۶۶۳ھ) فتح المغیث جلد۴،ص ۳۵ پر رقم طراز ہیں۔

إن للصحابة شرفا عظيما يمنع ما حبها ميزة خاصة وهى أن جميع الصحابة عند من يعتد به من أهل السنة سواء من لابس الفتن منهم ولم يلابس عدول. (كما فى باعث المحيثث، ص ۲۰۵)

ترجمہ:صحابہ کرامؓ کے لیے ایک بڑا اشرف ہے۔جو صحابیؓ کو خاص امتیاز بخشتا ہے وہ یہ ہے کہ جمیع صحابۂ کرامؓ قابل اعتماد علماء اہل سنت کے نزدیک عادل ہیں خواہ فتنہ سے دوچار ہوئے ہوں یا نہ۔

علامہ محمد بن اسماعیل حسنیؒ (امیر یمانی) المتوفی ۱۱۸۲ھ لکھتے ہیں۔

ومن مهمات هذ الباب اى باب معرفة الصحابة القول بعدالة الصحابة كلهم فى الظاهر اعلم انه استدل الحافظ بن حجر فى اول كتاب الإصابة على عدالة جملة الصحابة اتفق أهل السنة على أن الجميع عدول ولم يعالو فى ذلك الاشذوذ من المبتدعة. (توضيح الافكار، ج۲، ص۲۳٤)

ترجمہ:معرفۃ الصحابہ کے باب کے اہم مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ ظاہراً تمام صحابہؓ کی عدالت کا اعتقاد رکھا جائے۔جاننا چاہیے کہ حافظ بن حجر نے ”اصابہ“ کے شروع میں تمام صحابۂ کرامؓ کی عدالت پر (آیات قرآنیہ سے) استدلال کیا ہے،تمام اہل سنت اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل ہیں اور اس میں اہل سنت سے اختلاف صرف اہلِ بدعت کے چند افراد نے کیا ہے۔

مولانا عبدالعزیز فرہاروی المتوفی (۱۳۰۰ھ) کوثر النبی،ص ۹۷ میں لکھتے ہیں۔

اجمع اهل السنت على ان الصحابة كلهم عدول.

تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں۔

علماء اصول فقہ کی شہادت

شیخ محمد خضریؒ کی کتاب اصول فقہ،ص ۲۱۸ پر ہے۔

الصحابة كلهم عدول.

سب صحابہ کرامؓ عدول ہیں۔

مسلم الثبوت،ص ۱۹۴ میں علامہ بہاریؒ لکھتے ہیں۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

الأكثر الأصل فی الصحابة العدالة.

اکثر امت کا مذہب ہے کہ صحابہؓ میں عدالت اصل ہے۔

علامہ ابن حاجبؒ کی تالیف شرح ''مختصر المنتہی''، ج۲، ص ۶۷ پر ہے۔

الأكثر على عدالة الصحابة أقول أكثر الناس على أن الصحابة عدول.

امت کی اکثریت عدالتِ صحابہؓ کی قائل ہے میں کہتا ہوں کہ اکثر لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہؓ عادل ہیں۔

یہاں الاکثر اور اکثر الناس سے مراد جمیع امت کی اکثریت ہے اہل سنت کی اکثریت مراد نہیں کیونکہ اہل سنت تو سب کے سب عدالت جمیع صحابہؓ کے قائل ہیں۔

مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت، ج۲، ص ۴۰۱ پر ہے۔

إن عدالة الصحابة مقطوعة لاسيما أصحاب بدر و بيعة الرضوان كيف لا وقد اثنى اللّٰه تعالىٰ عليهم فی مواضع عديدة من كتابه وبين رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فضائلهم غير مرة.

ترجمہ: صحابۂ کرامؓ کی عدالت قطعی ہے خصوصاً اصحابِ بدر اور بیعت رضوان والوں کی قطعی کیوں نہ ہو؛ جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر ان کی تعریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ ان کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

اسی کتاب میں دوسرے مقام پر بحث عدالتِ صحابہؓ میں فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ ان تمام صحابۂ کرامؓ کی عدالت قطعی ہے جو جنگ بدر اور بیعت رضوان میں شریک رہے۔ کسی مومن کے لائق نہیں کہ ان کی عدالت میں شک کرے؛ بلکہ جو لوگ فتح مکہ سے قبل ایمان لائے وہ بھی قطعی عادل اور مہاجرینؓ وانصارؓ میں داخل ہیں۔ البتہ فتح مکہ کے دن اسلام لانے والوں میں اشتباہ ہے؛ کیونکہ کچھ ان میں مؤلفۃ القلوب (جن کو مال دے کر اسلام کی طرف مائل کیا گیا) ہیں اور انہی کے بارے میں اختلاف ہے ہمارے ذمے واجب ہے کہ انکا ذکر بھلائی ہی سے کریں، خوب سمجھ لو!''

لیکن ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرنے والوں کا معاملہ متوقف اور مشتبہ ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ سورۂ حدید کی آیت کریمہ ''لا يستوی منكم من اتفق الخ''، قطعیت سے ان کے جنتی ہونے پر دلالت کرتی ہے اور مؤلفۃ القلوب بھی کامل الایمان تھے۔

اولاً: اس لیے کہا گر ان کو مذبذب یا مشکوک الایمان سمجھا جائے تو وہ زکوٰۃ کا مصرف کیسے ہوسکتے ہیں؛ جب کہ مصارف زکوٰۃ کے لیے مسلم ہونا شرط ہے۔

ثانیاً: اس لیے کہ تالیفِ قلوب کے اس طرز نے ان کو مزید پختہ اور اسلام کا وفادار بنا ہی دیا ورنہ تالیف قلوب کی مشروعیت اور اس پر عمل درآمد کا کوئی فائدہ نہیں (فعل الحکيم لا يخلو عن الحكمة)

علماء علمِ عقائد وکلام کی شہادت

اب علماء متکلمین وعقائد کے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

محقق ابن ہمامؒ کی تحریر الاصول اور اس کی شرح تقریر الاصول، ج۲،ص۲۶۰ پر ہے۔

على أن ابن عبد البرؒ حکی إجماع أهل الحق من المسلمين وهم أهل السنة والجماعة على أن الصحابة كلهم عدول.

ترجمہ: علاوہ ان دلائل کے علامہ ابن عبدالبرؒ نے اہل حق مسلمانوں کا۔ جو اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہیں۔ اس عقیدہ پر اجماع نقل کیا ہے کہ سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں۔

پر آگے لکھتے ہیں۔

وقال السبكی: والقول الفصل إنا نقطع بعدالتهم من غير التفات الیٰ هذيان الهاذين وزيغ المبطلين وقد سلف اكتفاءنا فی العدالة بتزكية الواحد منا فكيف بمن زكاهم علام الغيوب الذی لا يعزب عن علمه مثقال ذرة فی الأرض ولا فی السماء فی غير آياته. اهـ

ترجمہ: علامہ سبکی المتوفی (۷۷۱ھ) کہتے ہیں کہ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ہم صحابۂ کرامؓ کی عدالت کے قطعیت کے ساتھ قائل ہیں اور بکواسیوں کی بکواس اور باطل پرستوں کی گمراہی کی طرف ذرہ توجہ نہیں کرتے۔ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ ہمارے جیسے ایک آدمی کے تزکیہ کرنے سے راوی عادل سمجھا جاتا ہے پس وہ لوگ کیسے عادل نہ ہوں جن کا تزکیہ اس علام الغیوب نے کئی آیات میں کیا ہے جس کے علم سے ذرہ برابر کوئی چیز زمین یا آسمان میں مخفی نہیں۔

ملا علی قاریؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

ولذلك ذهب جمهور العلماء إلى أن الصحابة كلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلی وكذا بعدها ولقوله عليه السلام أصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ترجمہ: اسی لیے جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ سب صحابۂ کرامؓ عادل ہیں حضرت علی وعثمان (رضی اللہ عنہما) کے فتنہ سے پہلے والے بھی اور اسی طرح بعد والے بھی اور نیز اس لیے بھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے میرے ساتھی ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

علامہ ابن کمال الدینؒ المتوفی ۸۰۶ھ اور کمال الدین بن شریف المتوفی ۸۰۴ھ ''المسامرہ شرح مسایرہ''ص ۳۱۳ میں لکھتے ہیں۔

واعتقاد أهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة رضى الله عنهم وجوبا باثبات العدالة منهم والكف عن الطعن عليهم اثنى الله سبحانه وتعالىٰ اليهم.

ترجمہ: تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ سب صحابۂ کرامؓ یقینی طور پر تزکیہ شدہ اور عادل ہیں ان کی بدگوئی سے رکنا واجب ہے۔ان کی تعریف کرنی ضروری، جیسے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔

علامہ بن حجر ہیثمیؒ المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں۔

''معلوم ہونا چاہیے کہ جس مسئلہ پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ ہر مسلم پر واجب ہے کہ تمام صحابۂ کرامؓ کا تزکیہ (اور احترام) یوں کرے کہ ان کے لیے عدالت کا اعتقاد رکھے۔ ان کی بدگوئی سے رکے۔ان کی مدح وثنا کرتا رہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بہت سی آیات میں ان کی تعریف کی ہے۔ان میں سے ایک یہ ہے ''(اے صحابہ) تم سب امت سے بہتر ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے بنائی گئی ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں پر ان کی فضیلت ثابت کی ہے۔اللہ تعالیٰ کی ان کی فضیلت پر اس شہادت کے برابر کوئی شہادت نہیں ہوسکتی؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اور ان سے صادر ہونے والے جمیعِ اعمالِ حسنہ کو خوب جانتے ہیں؛ بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں سب امتوں سے افضل ہونے کی گواہی دی تو ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اس پر اعتقاد رکھے اور اس پر ایمان لائے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس خبر دینے میں تکذیب کرے گا اور بلاشبہ جو شخص بھی کسی ایسی چیز کی حقیقت میں۔جس کی خبر اللہ اور اس کے رسولؐ نے دی ہے۔شک کرے تو وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ٹھہرے گا۔'' (الصواعق المحرقة لاهل الزندقة)

قارئین کرام! خوف ہے کہ ایک ہی قسم کے اقوال آپ پڑھتے پڑھتے کہیں اکتا نہ جائیں بقول شاعر۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم

کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

اس لیے ہر صنف کے علماء کے اقوال میں سے صرف دو چار کے لکھنے پر اکتفا کیا ہے اور عقل مند آدمی کے لیے یہی کافی ہیں اور ہٹ دھرم اور معاند کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے کار ہیں ورنہ صحابۂ کرامؓ کی عدالت اور ان کی عزت وتکریم کے ضروری ہونے پر اسی اکثیرت سے علماء امت کی تصریحات موجود ہیں کہ ان کو جمع کرنے سے ایک ضخیم جلد تیار تو ہوجائے؛ مگر وہ ختم نہ ہوں۔ اس مختصر سے مضمون میں اتنی گنجائش ہی کہاں؟ کہ صحابۂ کرامؓ کے فضائل ومحامد پر مشتمل مواد کا عشر عشیر بھی سمیٹ سکے۔

دامانِ نگاہ تنگ گلِ حسن تو بسیار

گل چین بہار تو ز دامن گلہ دارد

الغرض ہر مکتب فکر کے علماء امت نے صحابۂ کرامؓ کے دربار میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ مفسرین ومحدثین نے اس لیے کہ ذخیرۂ حدیث وتفسیر کے راویان اول اور انھیں حدیث وتفسیر سے ربط آشنائی دینے والے صحابۂ کرامؓ ہی ہیں۔ فقہاء اور علماء اصول نے اس لیے کہ انھوں نے صحابۂ کرامؓ کی مرویات اور اقوالِ طیبہ سے خوشہ چینی کرکے اجتہاد واستنباط کا ملکہ پایا اور ان کے متعلق قوانین مدون کیے۔

متکلمین اور علماء عقائد نے اس لیے بحث کی تاکہ قرآن وسنت کے ان پاسبانوں کو دشمن کے حملہ سے محفوظ رکھا جائے اور اہلِ حق کا اہلِ باطل سے امتیاز بھی ہوجائے۔ علماء رجال اور مورخین نے اس لیے مدح سرائی کی کہ صحابۂ کرامؓ کی سوانح نگاری اور ان کے پاکیزہ حالات نے ان کے فن اور خدمات کو جلا بخشی اور دنیا میں ان کا نام روشن کرایا بقول حضرت حسانؓ۔

ما إن مدحتُ محمدًا بمقالتي لٰكن مدحتُ مقالتي بمحمدٍ

میں نے اپنی نظم میں حضورؐ کی تعریف نہیں کی ہاں آپؐ کے ذکر خیر سے اپنی نظم کی تعریف کردی ہے۔

رضی اللّٰہ تعالیٰ ورسولہ عنھم اجمعین.

تمام علماء اصول حدیث میں سے صرف صاحب تنقیح الازھار۔ جو شیعی زیدی مسلک کے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہیں اوراس کے شارح ابراہیم وزیر یعنی امیر یمانی نے ایک دوصحابہؓ کوعدالت سے مستثنیٰ کیا ہے؛ چنانچہ ”الصحابة كلهم عدول“ سے استثناء کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ إلا من قام الدليل على أنه فاسق تصريح (توضيح الافكار، ج۲، ص ٤٣٦)

(سب صحابہؓ عادل ہیں) مگر جس پر کوئی دلیل قائم ہو جائے کہ وہ صریح بے حکم تھا۔

پھر حضرت ولید بن عقبہؓ اور یسر بن ابی ارطاۃؓ کا ذکر کیا ہے اور امیر یمانی ”روض الباسم فی الذب عن سنته ابی القاسم، ص۱۲۰“ پر بھی عدالتِ صحابہؓ کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”محدثین نے جو یہ کہا ہے کہ سب صحابہؓ عادل ہیں تو ظاہری سیرت کے اعتبار سے ہے جیسے ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ ظاہر کی قید اس لیے ہے، تاکہ جس نے بغیر تاویل کبیرہ کا ارتکاب کیا وہ نکل جائے، جیسے ولید بن عقبہؓ اور محدثین نے کہا ہے کہ سب صحابہ علی الاطلاق عادل ہیں؛ اس لیے کہ تقریباً سبھی ایسے تھے اور بہت معمولی نادر اس سے مستثنیٰ ہوسکتے ہیں۔ پس ایسا فاسق جس نے اس زمانہ میں اپنے عمل کی کوئی تاویل ظاہر نہیں کی وہ ایسا ہی ہے، جیسے سفید رنگ کے بیل میں ایک آدھا بال کالا بھی ہو۔“

مگر ہم کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول مردود ہے؛ کیونکہ خلافِ جمہور خلاف اجماع اہلِ حق ہے کسی نے بھی استثناء کو جائز قرار نہیں دیا اور حضرت ولیدؓ یا حضرت بسر بن ابی ارطاۃؓ کو جن تاریخی روایات کی بنا پر غیر عادل کہا جاتا ہے وہ روایات مخدوش ہیں؛ بلکہ اکثر مواد دشمنانِ اسلام وصحابہؓ روافض کی من گھڑت ہے نیز وہ نصوصِ قطعیہ قرآنیہ اور احادیث صحیحہ- جو جمیع صحابۂ کرامؓ کی عدالت پر روشن دلیلیں ہیں- کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ اگر کوئی روایت قابلِ اعتماد بھی ہو تب بھی وہ مؤول اور مصروف عن الظاہر ہوگی اور اس کا کوئی جائز مقصداق اور محمل ہوگا؛ کیونکہ اس کے ظاہری وظنی مفہوم کی بدولت قرآن وحدیث اور اجماع کے قطعی الثبوت وقطعی الدلالت مفہوم کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

علاوہ ازیں ہمارے معاصر محققین بھی یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت ولیدؓ بن عقبہ پر شراب نوشی کا الزام کوفہ کے شریروں نے انتقامی طور پر لگایا تھا اور حضرت عثمانؓ کے سامنے انھوں نے گواہی دی تب ان پر حد جاری ہوئی بہرحال اصل الزام غلط ہے۔ (دیکھیے عادلانہ دفاع حصہ اول از مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری)۔

ایسے ہی بسر بن ابی ارطاۃؓ کے متعلق ظلم وستم، بچوں کو قتل کرنے مسلمانوں کو اسیر بنانے کی روایات وضعی داستان سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتیں جن کے موجد شیعہ ہیں۔

ایسی غیر معتبر روایات پر اعتماد کر کے ہم کیسے ایک صحابیؓ سے بدظن ہوں یا ان سے عدالت ساقط کردیں؛ جب کہ سب امت کا فیصلہ سب صحابۂ کرامؓ کی عدالت کا ہے۔

مورخین کی ایسی ہی رطب ویابس روایات کے متعلق حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ المتوفی (۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں

لان المؤرخينَ ينقلون ما خَبُثَ وطابَ ولا يُمَيِّزُون بين الصحيح والموضوع والضعيف وأكثرهم حَاطِبُ ليلٍ وَلَا يَدْرِى ما يَجْمَعُ فالاعتماد على ذلك فى مثلِ هذا المقامِ الخَطْرِ والطريقِ الوَعْرِ وَالمهمةِ القَفْرِ التى تَضِلُّ فيه القَطَا وتَقْصُرُ دونه الخُطَا مما لا يليق بشأن عاقلٍ فضلا عن فاضل (مختصر التحفه الاثنى عشريه، ص ۲۸۲)

ترجمہ: (حضرت معاویہؓ پر سب علیؓ کے الزام کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے) کیونکہ مورخین پاک ناپاک سب نقل کرتے ہیں۔ صحیح، من گھڑت اور کمزور روایات میں فرق نہیں کرتے ان کی اکثریت رات کو لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح ہے جو نہیں جانتا کہ (خشک وتر) کیا جمع کر رہا ہے۔ ایسے پرخطر مقام، سنگین راستے اور بیاباں جنگل میں جس میں پرندے بھی گم ہو جاتے ہیں اور قدم وہاں پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ایسی روایات پر اعتماد عقل مند کی شان نہیں چہ جائے کہ اہل علم وفاضل ایسا کرے۔ (واللہ الھادی)

❁ ❁ ❁

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ایمان کی علامت

از: مجاہدِ اسلام حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر اور عبدالرحمٰن اور سعد اور سعید اور ابوعبیدہ اور ابو ہریرہ اور انس اور بلال اور معاویہ اور سوا ان کے سب مہاجر مکہ اور انصارِ مدینہ کے اور جہاد کرنے والے حضرت کے ساتھ مل کر جو اُحد اور بدر اور حدیبیہ اور خیبر وغیرہ کی لڑائیوں میں حضرت کے شریک تھے بالعموم اور جس مسلمان نے حضرت سے ملاقات کی اور اسی ملاقات کے عقیدے پر وفات پائی وہ سب ہی اصحاب ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ ان کی ثنا اور صفت اور خوبیاں قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں۔

ان سے محبت رکھنا اور ان کی راہ پر چلنا ایمان کی علامت اور نشانی ہے۔ پھر جو کوئی ان کو برا جانے یا ان کو نہ مانے تو اس نے گویا قرآن وحدیث کا انکار کیا۔ اس کا ٹھکانہ دوزخ اور بی بی خدیجہ اور حفصہ اور عائشہ اور بی بی زینب اور بی بی ام سلمہ اور بی بی ام حبیبہ اور بی بی جویریہ اور بی بی میمونہ اور بی بی ریحانہ زید کی بیٹی اور بی بی ریحانہ شمعون کی بیٹی اور بی بی ماریہ قبطیہ وغیرہ حضرت کی بیبیاں اور فاطمہ زہرا اور رقیہ اور ام کلثوم حضرت کی بیٹیاں اور علی مرتضیٰ اور حضرت عثمان باحیا حضرت کے داماد اور ام کلثوم وغیرہ حضرت کی نواسیاں اور جس کو بیٹا کر کے پالا تھا حضرت نے اور اسامہ اور ان کا بیٹا وغیرہ اور ان کی اولاد یہ سب رضی اللہ عن کلھم اجمعین حضرت کے اہل بیت اور عترت میں داخل ہیں۔ ان کی محبت رکھنا اور ان کے راہ اور رویے کو اختیار نہ کرنا اسلام اور ایمان کے نقصان میں ہے۔ اس واسطے کہ ان کی تعریف اور مدح خصوصاً اور عموماً قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔

جو شخص معاذ اللہ ان کو بُرا جانے۔ اس نے گویا قرآن وحدیث کا انکار کیا۔ پھر اس کا سوائے دوزخ کے کہاں ٹھکانہ ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کا مالک خالق ہے اس کی محبت رکھنا اور اس

کے حکم پر چلنا فرض ہے اوراس کا حکم ہے کہ میرے محبوب رسول مقبول کی محبت رکھواوراس کے کہنے پر چلوتو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اوراطاعت فرض عین ہوئی۔

سو قطع نظر اور دلیلوں سے جس کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ہوگی تو وہی شخص اُن سے بھی محبت کرے گا جن سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت رکھی تھی اور یہ بے شک وشبہ یقینی بات ہے کہ جو مسلمان حضرت کے ساتھ رہتے تھے اور صلاح ومشوروں میں شریک ہوتے تھے، دین مسلمانی کا انھیں کی کوششوں سے جاری ہوا حضرت کے وقت میں اور بعد حضرت کے گویا وہ لوگ پیغمبر کی پیغمبری کے کام میں مددگار تھے۔

اور جو شخص حضرت کے گھر کے تھے، بیبیاں اور اولاد اور نواسے وغیرہ جن کا ذکر اوپر مذکور ہوا ان سب سے حضرت کو محبت تھی؛ بلکہ سارے مکہ اور مدینہ کے مسلمانوں سے؛ بلکہ بالکل ملک عرب سے محبت تھی تو جس کو حضرت سے محبت ہوگی وہ ان سب کی بھی محبت رکھے گا پھر ان اصحاب اور اہل بیت کی تعظیم کرے گا اور راہ اور رویہ ان کا اختیار کرے گا پھر جس قدر اس کو حضرت سے زیادہ محبت ہوگی اسی قدر ان سب سے بھی اس کو محبت زیادہ ہوگی۔

اور جاننا چاہیے کہ حضرت کے اصحاب یا اہل بیت اگر بُرے ٹھہریں تو مسلمانی کا دین بھی جھوٹا ٹھہرے اس واسطے کہ قرآن اور حدیث مسلمانی کی بنیاد، انھیں کے واسطہ سے پچھلے لوگوں کو پہنچا۔ پھر اگر وہ بُرے تھے تو ان کی بتائی ہوئی قرآن وحدیث کا کیا اعتبار اور جب قرآن وحدیث بے اعتبار ہوگیا تو دین مسلمانی سب جھوٹ ٹھہرا۔ تو جو شخص ان کو بُرا جانے وہ گویا اپنے آپ کو مسلمان نہیں جانتا اور اپنے ایمان ہی سے انکار کرتا ہے؛ بلکہ دین اسلام کا انکار کرتا ہے۔

اصحاب اور اہل بیت کی خوبیاں اور بزرگیاں قرآن وحدیث میں بہت مذکور ہیں۔ اس مقام پر کئی آیتیں اور حدیثیں مذکور ہوئی ہیں۔ سچے مسلمان کا عقیدہ درست کرنے کے واسطے اس قدر بھی کافی ہے۔ سننا چاہیے۔

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ: وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ.

ترجمہ: فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ اعراف (۱۵۷) میں کہ میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو سو وہ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

لکھ دوں گا ان کو جوڈر رکھتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور جو ہماری باتیں یقین کرتے ہیں جو تابع ہوتے ہیں اس رسول کے جو نبی ہے امی جس کو پاتے ہیں اپنے پاس لکھا ہوا توراۃ اور انجیل میں بتاتا ہے ان کو نیک کام اور منع کرتا ہے بُرے کاموں سے۔

ف: یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چند میری رحمت سب چیز کو شامل ہے؛ مگر خاص کر کے ان لوگوں کے واسطے وہ رحمت لکھ دوں گا جو لوگ امّی نبیؐ پر یقین لائے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی رفاقت کی کہ ہجرت میں ان کا ساتھ دیا کہ مکہ سے گھر چھوڑ کر حضرت کے ساتھ مدینے کو گئے اور وہ لوگ جنھوں نے مدینہ میں پیغمبر کو جگہ دی اور مدد کی اور قرآن نورانی جو پیغمبر کے ساتھ نازل ہوا، اس کے تابع ہوئے اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خدا کے حکم پر یقین کرتے ہیں اور اپنے نبی کا حال توریت اور انجیل میں دیکھ کر نبی پر ایمان لائے کہ وہ نبی ان کو نیک کام بتاتا ہے اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہے اور پاک چیزیں حلال بتاتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام کہتا ہے اور گناہوں کے بوجھ ان پر لدے ہوئے تھے اور باپ دادا کے رسوم کی پھانسیاں جو ان کے گلے میں تھیں، سوا تارتا ہے۔ سو وہ لوگ مراد کو پہنچے کہ جنتی ہوئے۔ پھر اب جو کوئی ان کو بُرا کہے اور ان پر طعن کرے تو گویا اللہ کی رحمت پر طعن کرتا ہے اور اس آیت کا منکر ہے۔

❁ ❁ ❁

مشاجرات صحابہؓ کے معاملہ میں امت کا عقیدہ اور عمل

از: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ

لفظ ''مشاجرہ'' شجر سے مشتق ہے جس کے اصل معنی: تنے دار درخت کے ہیں جس کی شاخیں اطراف میں پھیلتی ہیں باہمی اختلافات ونزاع کو اسی مناسبت سے مشاجرہ کہا جاتا ہے کہ درخت کی شاخیں بھی ایک دوسری سے ٹکراتی اور ایک دوسرے کی طرف بڑھتی ہیں۔ حضرات صحابۂ کرامؓ کے درمیان جو اختلافات پیش آئے اور کھلی جنگوں تک کی نوبت پہنچ گئی، علماء امت نے ان کی باہمی حروب اور اختلافات کو جنگ وجدال سے تعبیر نہیں کیا؛ بلکہ از روئے ادب ''مشاجرہ'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے؛ کیونکہ درخت کی شاخوں کا ایک دوسرے میں گھسنا اور ٹکرانا مجموعی حیثیت سے کوئی عیب نہیں؛ بلکہ درخت کی زینت اور کمال ہے۔

ایک سوال اور جواب

اسلام میں صحابۂ کرامؓ کا درجہ اور مقام جو اوپر قرآن وسنت کی نصوص اور اجماع امت اور اکابر علماء کی تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے اس کے بعد ایک قدرتی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب صحابۂ کرام سب کے سب واجب التعظیم اور عدل وثقہ ومتقی و پرہیز گار ہیں تو اگر ان کے آپس میں کسی مسئلہ میں اختلاف پیش آ جائے تو ہمارے لیے طریق کار کیا ہونا چاہیے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دو متضاد اقوال میں دونوں کو صحیح سمجھ کر دونوں ہی کو معمول نہیں بنایا جا سکتا۔ عمل کرنے کے لیے کسی ایک کو اختیار کرنا دوسرے کو چھوڑنا لازم ہے تو اس ترک واختیار کا معیار کیا ہونا چاہیے۔ نیز اس میں دونوں طرف کے بزرگوں کا ادب واحترام اور تعظیم کیسے قائم رہے گی؛ جب کہ ایک کے قول کو مرجوح قرار دے کر چھوڑا جائے گا۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

خصوصاً یہ سوال ان معاملات میں زیادہ سنگین ہوجاتا ہے جن میں ان حضرات کا اختلاف باہمی جنگ وخونریزی تک پہنچ گیا۔ ان میں ظاہر ہے کہ کوئی ایک فریق حق پر ہے، دوسرا خطا پر، اس خطا وصواب کے معاملے کو طے کرنا عمل وعقیدہ کے لیے ضروری ہے؛ مگر اس صورت میں دونوں فریق کی یکساں تعظیم واحترام کیسے قائم رکھا جاسکتا ہے؟ جس کو خطا پر قرار دیا جائے اس کی تنقیص ایک لازمی امر ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کہ دو مختلف اقوال میں سے ایک کو حق یا راجح اور دوسرے کو خطا یا مرجوح قرار دینے میں کسی ایک فریق کی تنقیص لازم ہے۔ اسلاف اُمت نے ان دونوں کاموں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ عمل اور عقیدہ کے لیے کسی ایک فریق کے قول کو شریعت کے مسلمہ اصولِ اجتہاد کے مطابق اختیار اور دوسرے کو ترک کیا؛ لیکن جس کے قول کو ترک کیا ہے اس کی ذات اور شخصیت کے متعلق کوئی ایک جملہ بھی ایسا نہیں کہا جس سے ان کی تنقیص ہوتی ہو۔ خصوصاً مشاجرات صحابہ میں تو جس طرح امت کا اس پر اجماع ہے کہ دونوں فریق کی تعظیم واجب اور دونوں فریق میں سے کسی کو برا کہنا ناجائز ہے، اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ جنگ جمل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے ان کا مقابلہ کرنے والے خطا پر، اسی طرح جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان کے مقابل حضرت معاویہؓ اور ان کے اصحاب خطا پر؛ البتہ ان کی خطاؤں کو اجتہادی خطا قرار دیا جو شرعاً گناہ نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہو؛ بلکہ اصول اجتہاد کے مطابق اپنی کوشش صرف کرنے کے بعد بھی اگر ان سے خطا ہوگئی تو ایسے خطا کرنے والے بھی ثواب سے محروم نہیں ہوتے ایک اجر ان کو بھی ملتا ہے۔

باجماع امت ان حضرات صحابہؓ کے اس اختلاف کو بھی اسی طرح کا اجتہادی اختلاف قرار دیا گیا ہے جس سے کسی فریق کے حضرات کی شخصیتیں مجروح نہیں ہوتیں۔

اس طرح ایک طرف خطا وصواب کو بھی واضح کردیا گیا، دوسری طرف صحابہ کرامؓ کے مقام اور درجہ کا پورا احترام بھی ملحوظ رکھا گیا اور مشاجرات صحابہؓ میں کف لسان اور سکوت کو اسلم قرار دے کر اس کی تاکید کی گئی کہ بلاوجہ ان روایات وحکایات میں خوض کرنا جائز نہیں جو باہمی جنگ کے دوران ایک دوسرے کے متعلق نقل کی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہوں مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں سلف صالحین کے اقوال ذیل:

تفسیر قرطبی سورۂ حجرات میں آیت وإن طائفتان من المؤمنین اقتتلوا کے تحت مشاجرات صحابہ پر سلف صالحین کے اقوال کے ساتھ بہترین تحقیق فرمائی ہے جو انھیں کی طویل عبارت میں لکھی

جاتی ہے۔

(۱۴) **الْعَاشِرَةُ** – لَا يَجُوزُ أَنْ يُنسَبَ إِلَى أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ خَطَاءٌ مَقْطُوعٌ بِهِ، إِذْ كَانُوا كُلُّهُمُ اجْتَهَدُوا فِيمَا فَعَلُوهُ وَأَرَادُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَهُمْ كُلُّهُمْ لَنَا أَئِمَّةٌ، وَقَدْ تَعَبَّدْنَا بِالْكَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ، ولا نَذْكُرَهُمْ إِلَّا بِأَحْسَنِ الذِّكْرِ، لِحُرْمَةِ الصُّحْبَةِ وَلِنَهْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَبِّهِمْ، وَأَنَّ اللَّهَ غَفَرَ لَهُمْ، وَأَخْبَرَ بِالرِّضَاء عَنْهُمْ، هَذَا مَعَ مَا قَدْ وَرَدَ مِنَ الْأَخْبَارِ مِنْ طُرُقٍ مُخْتَلِفَةٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ طَلْحَةَ شَهِيدٌ. يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ، فَلَوْ كَانَ مَا خَرَجَ إِلَيْهِ مِنَ الْحَرْبِ عِصْيَانًا لَمْ يَكُنِ الْقَتْلُ فِيهِ شَهِيدًا، وَكَذَلِكَ لَوْ كَانَ مَا خَرَجَ إِلَيْهِ خَطَاء فِي التَّأْوِيلِ وَتَقْصِيرًا فِي الْوَاجِبِ عَلَيْهِ، لِأَنَّ الشَّهَادَةَ لا تَكُونُ إِلَّا بِقَتْلٍ فِي طَاعَةٍ، فَوَجَبَ حَمْلُ أَمْرِهِمْ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ. وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ مَا قَدْ صَحَّ وَانْتَشَرَ مِنْ أَخْبَارِ عَلِيٍّ بِأَنَّ قَاتِلَ الزُّبَيْرِ فی النار. وقوله: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "بَشِّرْ قَاتِلَ ابْنِ صَفِيَّةَ بِالنَّارِ". وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ طَلْحَةَ، وَالزُّبَيْرَ غَيْرُ عَاصِيَيْنِ وَلَا آثِمَيْنِ بِالْقِتَالِ، لِأَنَّ ذَلِكَ لَوْ كَانَ كَذَلِكَ لَمْ يَقُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَلْحَةَ: "شَهِيدٌ". وَلَمْ يُخْبِرْ أَنَّ قَاتِلَ الزُّبَيْرِ فِي النَّارِ، وَكَذَلِكَ مَنْ قَعَدَ غَيْرَ مُخْطِئٍ فِي التَّأْوِيلِ. بَلْ صواب أراهم اللَّهُ الِاجْتِهَادَ. وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ لَمْ يُوجِبْ ذَلِكَ لَعْنَهُمْ وَالْبَرَاءَةَ مِنْهُمْ وَتَفْسِيقَهُمْ، وَإِبْطَال فَضَائِلِهِمْ وَجِهَادَهُمْ، وَعَظِيمَ غِنَائِهِمْ فِي الدِّينِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. وَقَدْ سُئِلَ بَعْضُهُمْ عَنِ الدِّمَاءِ الَّتِي أُرِيقَتْ فِيمَا بَيْنَهُمْ فَقَالَ. "تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلا تُسْئَلُونَ عَمَّا كانُوا يَعْمَلُونَ" وسئل بَعْضُهُمْ عَنْهَا أَيْضًا فَقَالَ: تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللَّهُ مِنْهَا يَدِي، فَلَا أُخَضِّبُ بِهَا لِسَانِي. يَعْنِي فِي التَّحَرُّزِ مِنَ الْوُقُوعِ فِي خَطَاءٍ، وَالْحُكْمِ عَلَى بَعْضِهِمْ بِمَا لَا يَكُونُ مُصِيبًا فِيهِ. قَالَ ابْنُ فَوْرَكٍ: وَمِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ إِنَّ سَبِيلَ مَا جَرَتْ بَيْنَ الصَّحَابَةِ مِنَ الْمُنَازَعَاتِ كَسَبِيلِ مَا جَرَى بَيْنَ إِخْوَةِ يُوسُفَ مَعَ يُوسُفَ، ثُمَّ إِنَّهُمْ لَمْ يَخْرُجُوا بِذَلِكَ عَنْ حَدِّ الْوَلَايَةِ وَالنُّبُوَّةِ، فَكَذَلِكَ الْأَمْرُ فِيمَا جَرَى بَيْنَ الصَّحَابَةِ. وَقَالَ الْمُحَاسِبِيُّ: فَأَمَّا الدِّمَاءُ فَقَدْ أَشْكَلَ عَلَيْنَا الْقَوْلُ فِيهَا بِاخْتِلَافِهِمْ. وَقَدْ سُئِلَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ عَنْ قِتَالِهِمْ فَقَالَ: قِتَالٌ شَهِدَهُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغِبْنَا، وَعَلِمُوا وَجَهِلْنَا، وَاجْتَمَعُوا فَاتَّبَعْنَا، وَاخْتَلَفُوا فَوَقَفْنَا. قَالَ الْمُحَاسِبِيُّ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

فَنَحۡنُ نَقُولُ كَمَا قَالَ الۡحَسَنُ، وَنَعۡلَمُ أَنَّ الۡقَوۡمَ كَانُوا أَعۡلَمَ بِمَا دَخَلُوا فِيهِ مِنَّا، وَنَتَّبِعُ مَا اجۡتَمَعُوا عَلَيۡهِ، وَنَقِفُ عِنۡدَ مَا اخۡتَلَفُوا فِيهِ وَلَا نَبۡتَدِعُ رَأۡيًا مِنَّا، وَنَعۡلَمُ أَنَّهُمۡ اجۡتَهَدُوا وَأَرَادُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، إِذۡ كَانُوا غَيۡرَ مُتَّهَمِينَ فِي الدين، ونسأل الله التوفيق. (تفسیر القرطبی ص۳۲۲، ج۱۶)

یہ جائز نہیں ہے کہ کسی بھی صحابی کی طرف قطعی اور یقینی طور پر غلطی منسوب کی جائے؛ اس لیے کہ ان سب حضرات نے اپنے اپنے طرز عمل میں اجتہاد سے کام لیا تھا اور سب کا مقصد اللہ کی خوشنودی تھی، یہ سب حضرات ہمارے پیشوا ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات سے کفِّ لسان کریں اور ہمیشہ ان کا ذکر بہترین طریقے پر کریں؛ کیونکہ صحابیت بڑی حرمت کی چیز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ اللہ نے انھیں معاف کر رکھا ہے اور ان سے راضی ہے، اس کے علاوہ متعدد سندوں سے یہ حدیث ثابت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہؓ کے بارے میں فرمایا:

”ان طلحة شهيد يمشي على وجه الأرض“

”یعنی طلحہ روئے زمین پر چلنے والے شہید ہیں“

اب اگر حضرت علیؓ کے خلاف حضرت طلحہؓ کا جنگ کے لیے نکلنا کھلا گناہ اور عصیان تھا تو اس جنگ میں مقتول ہوکر وہ ہرگز شہادت کا رتبہ حاصل نہ کرتے، اسی طرح اگر حضرت طلحہؓ کا یہ عمل تاویل کی غلطی اور ادائے واجب میں کوتاہی قرار دیا جاسکتا تو بھی آپ کو شہادت کا مقام حاصل نہ ہوتا؛ کیونکہ شہادت تو صرف اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی شخص اطاعت ربّانی میں قتل ہوا ہو، لہٰذا ان حضرات کے معاملہ کو اسی عقیدہ پر محمول کرنا ضروری ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔

اسی بات کی دوسری دلیل وہ صحیح اور معروف ومشہور احادیث ہیں جو خود حضرت علیؓ سے مروی ہیں اور جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”زبیرؓ کا قاتل جہنم میں ہے“

نیز حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”صفیہؓ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کی خبر دے دو“ جب یہ بات ہے تو ثابت ہوگیا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اس لڑائی کی وجہ سے عاصی اور گنہگار نہیں ہوئے، اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور ﷺ حضرت طلحہؓ کو ”شہید“ نہ فرماتے اور حضرت اور حضرت زبیرؓ کے قاتل کے بارے میں جہنم کی پیشین گوئی نہ کرتے۔ نیز ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے، جن کے جنتی ہونے کی شہادت تقریباً متواتر ہے۔

اسی طرح جو حضرات صحابہؓ ان جنگوں میں کنارہ کش رہے، انھیں بھی تاویل میں خطا کار نہیں کہا جاسکتا؛ بلکہ ان کا طرز عمل بھی اس لحاظ سے درست تھا کہ اللہ نے ان کو اجتہاد میں اسی رائے پر قائم رکھا۔ جب یہ بات ہے تو اس وجہ سے ان حضرات پر لعن طعن کرنا، ان سے برارت کا اظہار کرنا اور انھیں فاسق قرار دینا، اُن کے فضائل ومجاہدات اوران عظیم دینی مقامات کو کالعدم کردینا کسی طرح درست نہیں ہے۔ بعض علماء سے پوچھا گیا کہ اس خون کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو صحابۂ کرامؓ کے باہمی مشاجرات میں بہایا گیا، توانھوں نے جواب میں یہ آیت پڑھ دی کہ

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ.

ترجمہ: یہ ایک امت تھی جو گذر گئی، اس کے اعمال اس کے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

کسی اور بزرگ سے یہی سوال کیا گیا توانھوں نے کہا:

''یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ نے میرے ہاتھوں کو اس میں (رنگنے سے) بچایا، اب میں اپنی زبان کو ان سے آلودہ نہیں کروں گا۔''

مطلب یہی تھا کہ میں کسی ایک فریق کو کسی معاملے میں یقینی طور پر خطا کار ٹھہرانے کی غلطی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا۔

علامہ ابن فورکؒ فرماتے ہیں:

''ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ صحابۂ کرامؓ کے درمیان جو مشاجرات ہوئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام اوران کے بھائیوں کے درمیان پیش آنے والے واقعات کہ وہ حضرات آپس کے ان اختلافات کے باوجود ولایت اور نبوت کی حدود سے خارج نہیں ہوئے، بالکل یہی معاملہ صحابہؓ کے درمیان پیش آنے والے واقعات کا بھی ہے۔''

اور حضرت محاسبیؒ فرماتے ہیں کہ:

''جہاں تک اس خونریزی کا معاملہ ہے تو اس کے بارے میں ہمارا کچھ کہنا مشکل ہے؛ کیونکہ اس میں خود صحابہؓ کے درمیان اختلاف تھا اور حضرت حسن بصریؒ سے صحابہؓ کے باہمی قتال کے بارے میں پوچھا گیا توانھوں نے فرمایا کہ

''یہ ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہؓ موجود تھے اور ہم غائب، وہ پورے حالات کو جانتے تھے، ہم

نہیں جانتے، جس معاملہ پر تمام صحابہؓ کا اتفاق ہے، ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملہ میں ان کے درمیان اختلاف ہے، اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔''

حضرت محاسبیؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی وہی بات کہتے ہیں جو حسن بصریؒ نے فرمائی، ہم جانتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ نے جن چیزوں میں دخل دیا، ان سے وہ ہم سے کہیں بہتر طریقے پر واقف تھے، لہٰذا ہمارا کام یہی ہے کہ جس پر وہ سب حضرات متفق ہوں اس کی پیروی کریں اور جس میں ان کا اختلاف ہو اس میں خاموشی اختیار کریں اور اپنی طرف سے کوئی نئی رائے پیدا نہ کریں، ہمیں یقین ہے کہ ان سب نے اجتہاد سے کام لیا تھا اور اللہ کی خوشنودی چاہی تھی؛ اس لیے کہ دین کے معاملہ میں وہ سب حضرات شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔''

اس طویل عبارت میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کے عقیدے کی بہترین ترجمانی فرمائی ہے۔ عبارت کے شروع میں انھوں نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی شہادت سے متعلق جو حدیثیں نقل فرمائی ہیں، ان سے اس مسئلہ پر بطور خاص روشنی پڑتی ہے، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ دونوں حضرات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہؓ میں سے ہیں اور ان دس خوش نصیب حضرات میں آپ کا بھی نام ہے جن کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر ان کے جنتی ہونے کی خوشخبری دی ہے اور جنھیں عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے، ان دونوں حضرات نے حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرنے کے لیے حضرت علیؓ کا مقابلہ کیا اور اسی دوران شہید ہوئے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ احادیث میں ان دونوں حضرات کو شہید قرار دیا۔ دوسری طرف حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علیؓ کے سرگرم ساتھیوں میں سے تھے اور انھوں نے پوری قوت کے ساتھ حضرت علیؓ کے مخالفین کا مقابلہ کیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بھی شہادت کی پیشین گوئی فرمائی، غور کیا جائے تو یہی ارشادات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ ان جنگوں میں کوئی فریق بھی کھلے باطل پر نہ تھا؛ بلکہ ہر ایک فریق اللہ کی رضا کے لیے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق کام کر رہا تھا، ورنہ ظاہر ہے کہ اگر یہ اختلاف کھلے حق و باطل کا اختلاف ہوتا تو ہر ایک فریق کے رہنماؤں کے لیے بیک وقت شہادت کی پیشین گوئی نہ فرمائی جاتی، ان ارشادات نے یہ واضح کر دیا کہ حضرت طلحہؓ وزبیرؓ بھی اللہ کی خوشنودی کے لیے لڑ رہے تھے؛ اس لیے وہ بھی شہید ہیں اور حضرت عمارؓ کا مقصد بھی رضائے الٰہی کے حصول کے سوا کچھ نہ تھا؛ اس لیے وہ بھی لائق مدح وستائش ہیں۔ دونوں کا اختلاف کسی دنیوی غرض سے نہیں؛ بلکہ اجتہاد ورائے کی بنا پر تھا اور ان میں سے کسی بھی

فریق کو مجروح ومطعون نہیں کیا جاسکتا۔

شرح مواقف مقصد سابع میں ہے:

(۱۵) واما الفتن والحروب الواقعة بین الصّحابة فالشامیة انکروا وقوعها ولا شك انه مکابرة للتّواتر فی قتل عثمان و واقعة الجمل والصفّین وَالْمُعْتَرِفون بوقوعها منهم من سکت عن الکلام فیها بتخطیة أو تصویب وهم طائفة من أهل السنّة فإن أرادوا أنه اشتغال بما لا یعنی فلا بأس به إذِ قال الشافعیؒ وغیره من السلف تلك دماء طهر اللّٰه عنها ایدینا فلنطهر عنها الخ.

ترجمہ: رہے وہ فتنے اور جنگیں جو صحابہؓ کے درمیان واقع ہوئے تو فرقۂ شامیہ نے تو ان کے وقوع ہی کا انکار کردیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت اور واقعۂ جمل وصفین جس تواتر کے ساتھ ثابت ہے، یہ اس کا بے دلیل انکار ہے اور جن حضرات نے ان کے وقوع کا انکار نہیں کیا ہے ان میں سے بعض نے تو ان واقعات میں مکمل سکوت اختیار کیا اور نہ کسی خاص فریق کی طرف غلطی منسوب کی، نہ حق وصواب یہ حضرات اہل سنت ہی کی ایک جماعت ہیں، اگر ان کی مراد یہ ہے کہ یہ ایک فضول کام ہے تو ٹھیک ہے؛ اس لیے کہ امام شافعیؒ وغیرہ علمائے سلف نے فرمایا ہے کہ یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے؛ اس لیے چاہیے کہ ہم اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔

شیخ ابن الہمام نے ''شرح مسامرہ'' میں فرمایا:

واعتقاد أهل السنّة تزکیة جمیع الصحابة رضی اللّٰه عنهم وجوبا باثبات اللّٰه أنه لکل منهم والکفّ عن الطّعن فیهم الثّناء علیهم کما اثنی اللّٰه سبحانه وتعالیٰ (وذکر آیات عدیدة ثم قال) واثنی علیهم الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم (ثم سرد احادیث الباب) ثم قال وما جری بین معاویة وعلیؓ من الحروب کان مبیناً علی الاجتهاد. (شرح مسامره ص ۱۳۲ طبع دیوبند)

ترجمہ: اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ تمام صحابہؓ کو لازمی طور پر پاک صاف مانتے ہیں؛ اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے ہر ایک کا تزکیہ فرمایا ہے، نیز ان کے بارے میں اعتراضات کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور ان سب کی مدح وثنا کرتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ثنا فرمائی (اس کے بعد چند آیتیں ذکر کرکے فرماتے ہیں) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی تعریف فرمائی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

(پھر کچھ احادیث نقل کر کے لکھتے ہیں) اور حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اجتہاد پر مبنی تھیں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے شرح عقیدہ واسطیہ میں اس بحث پر تفصیلی کلام فرمایا ہے ان کے چند جملے یہ ہیں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ویتبرؤون من طريقة الروافض الذين يبغضون الصحابة ويسبّونهم وطريقة النواصب الذين يؤذون أهل البيت بقول لاعمل ويمسكون عما شجر بين الصحابة ويقولون إن هذه الآثار المروية فى مساويهم منها ما هو كذب، ومنها ما قد زيد فيه ونقص وغيروجهه والصحيح منه هم فيه معذرون أما مجتهدون مصيبون، و اما مجتهدون مخطئون، وهم مع ذلك لا يعتقدون أن كل واحد من الصحابة معصوم من كبائر الاثم وصغائره بل يجوز عليهم الذنوب فى الجملة، ولهم من الفضائل والسوابق ما يوجب مغفرة ما يصدر منهم ان صدر حتى أنهم يغفرلهم من السيئات ما لا يغفر لمن بعدهم.

ترجمہ: اہل سنت ان روافض کے طریقہ سے برارت کرتے ہیں جو صحابہؓ سے بغض رکھتے اور انھیں برا کہتے ہیں، اسی طرح ان ناصبوں کے طریقے سے بھی برارت کرتے ہیں جو اہل بیت کو اپنی باتوں سے نہ کہ عمل سے تکلیف پہنچاتے ہیں اور صحابہؓ کے درمیان جو اختلافات ہوئے ان کے بارے میں اہل سنت سکوت اختیار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کی برائی میں جو روایتیں منقول ہیں ان میں سے بعض تو بالکل جھوٹ ہیں، بعض ایسی ہیں کہ ان میں کمی بیشی کردی گئی ہے اور ان کا صحیح مفہوم بدل دیا گیا ہے اور اس قسم کی جو روایتیں بالکل صحیح ہوں، ان میں بھی صحابہؓ معذور ہیں، ان میں سے بعض حضرات اجتہاد سے کام لے کر حق وصواب تک پہنچ گئے اور بعض نے اجتہاد سے کام لیا اور اس میں غلطی ہوگئی اس کے ساتھ ہی اہل سنت کا یہ اعتقاد بھی نہیں ہے کہ صحابہؓ کا ہر فرد تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم ہے؛ بلکہ ان سے فی الجملہ گناہوں کا صدور ممکن ہے؛ لیکن ان کے فضائل وسوابق اتنے ہیں کہ اگر کوئی گناہ ان سے صادر بھی ہو تو یہ فضائل ان کی مغفرت کے موجب ہیں؛ یہاں تک کہ ان کی مغفرت کے مواقع اتنے ہیں کہ ان کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہوسکتے۔

کتاب مذکور میں ابن تیمیہؒ ایک مفصل کلام کے بعد لکھتے ہیں:

اور جب سلف صالحین اہل السنۃ والجماعۃ کا اصول یہ پڑ گیا جو اوپر بیان کیا گیا ہے تو اب یہ سمجھیے

کہ ان حضرات کے قول کا حاصل یہ ہے کہ بعض صحابۂ کرامؓ کی طرف جو بھی گناہ یا برائیاں منسوب کی گئی ہیں ان میں بیشتر حصہ تو جھوٹ اور افتراء ہے اور کچھ حصہ ایسا ہے جس کو انھوں نے اپنے اجتہاد سے حکم شرعی اور دین سمجھ کر اختیار کیا؛ مگر بہت سے لوگوں کو ان کے اجتہاد کی وجہ اور حقیقت معلوم نہیں، اس لیے اس کو گناہ قرار دیا اور کسی معاملہ میں یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ وہ خطا اجتہادی ہی نہیں؛ بلکہ حقیقتاً گناہ ہی ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا وہ گناہ بھی معاف ہوچکا ہے، یا اس وجہ سے کہ انھوں نے توبہ کرلی (جیسا کہ بہت سے ایسے معاملات میں ان کی توبہ خود قرآن وسنت میں منقول و ماثور ہے) اور یا ان کی دوسری ہزاروں حسنات وطاعات کے سبب معاف کردیا گیا اور یا اس کو دنیا میں کسی مصیبت وتکلیف میں مبتلا کرکے اس گناہ کا کفارہ کردیا گیا، اس کے سوا اور بھی اسباب مغفرت کے ہوسکتے ہیں (ان کے گناہ کو مغفور و معاف قرار دینے کی وجہ یہ ہے) کہ قرآن وسنت کے دلائل سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں اس لیے ناممکن ہے کہ کوئی ایسا عمل ان کے نامۂ اعمال میں باقی رہے جو جہنم کی سزا کا سبب بنے اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ صحابۂ کرامؓ میں سے کوئی شخص ایسی حالت پر نہیں مرے گا جو دخول جہنم کا سبب بنے تو اس کے سوا اور کوئی چیز ان کے استحقاق جنت میں مانع نہیں ہوسکتی۔

اور عشرہ مبشرہ کے علاوہ کسی معین ذات کے متعلق اگرچہ ہم یہ نہ کہہ سکیں کہ وہ جنتی ہے جنت ہی میں جائے گا؛ مگر یہ بھی تو جائز نہیں کہ ہم کسی کے حق میں بغیر کسی دلیل شرعی کے یہ کہنے لگیں کہ وہ مستحق جنت کا نہیں ہے؛ کیونکہ ایسا کہنا تو عام مسلمانوں میں سے بھی کسی کے لیے جائز نہیں جن کے بارے میں ہمیں کسی دلیل سے جنتی ہونا بھی معلوم نہ ہو۔ ہم ان کے بارے میں بھی یہ شہادت نہیں دے سکتے کہ وہ ضرور جہنم میں جائے گا تو پھر افضل المومنین اور خیار المومنین (صحابہ کرام) کے بارے میں یہ کیسے جائز ہوجائے گا اور ہر صحابی کے پورے اعمال ظاہرہ وباطنہ کی اور حسنات وسیئات اور ان کے اجتہادات کی تفصیلات کا علم ہمارے لیے بہت دشوار ہے اور بغیر علم وتحقیق کے کسی کے متعلق فیصلہ کرنا حرام ہے اسی لیے مشاجرات صحابہؓ کے معاملہ میں سکوت کرنا بہتر ہے؛ اس لیے کہ بغیر علم صحیح کے کوئی حکم لگانا حرام ہے۔ انتہی'' (شرح عقیدہ واسطیہ ص۴۵۶-۴۵۷)

اس کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے صحیح روایت سے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

(۱۹) ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے حضرت عثمان غنی پر تین الزام لگائے۔ ایک یہ کہ وہ غزوۂ احد میں میدان سے بھاگنے والوں میں تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نہیں تھے۔ تیسرے یہ کہ بیعت رضوان میں بھی شریک نہ تھے۔

حضرت عبداللہ نے ان تینوں الزاموں کا جواب یہ دیا کہ بیشک غزوۂ احد میں فرار کا صدوران سے ہوا؛ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی معافی کا اعلان کردیا۔ مگر تم نے پھر بھی معاف نہ کیا کہ اس کا ان پر عیب لگاتے ہو۔ رہا غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونا تو وہ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا اوراسی لیے آپ نے عثمان غنی کو غانمین بدر میں شمار کرکے ان کا حصہ لگایا اور بیعت رضوان کے وقت وہ حضور ہی کے بھیجے ہوئے مکہ مکرمہ گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس بیعت میں شریک کرنے کے لیے خود اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر اپنے دست مبارک سے بیعت فرمائی اور ظاہر ہے کہ خود عثمان غنی حاضر ہوتے اور ان کا ہاتھ اس جگہ ہوتا تو بھی وہ فضیلت حاصل نہ ہوتی؛ کیونکہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اس سے ہزاروں درجہ بہتر ہے۔''

اس واقعہ میں غور کرو کہ تین الزاموں میں سے ایک الزام کو صحیح مان کر یہ جواب دیا کہ اب وہ ان کے لیے کوئی عیب نہیں؛ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کردیا ہے۔ باقی دو الزاموں کا غلط بے اصل ہونا بیان فرمادیا۔ اس کو نقل کرکے ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہی حال تمام صحابہ کا ہے ان کی طرف جو کوئی گناہ منسوب کیا جاتا ہے یا تو وہ گناہ ہی نہیں ہوتا بلکہ حسنہ اور نیکی ہوتی ہے اور یا پھر وہ اللہ کا معاف کیا ہوا گناہ ہوتا ہے (شرح عقیدہ واسطیہ ص ۴۶۰-۴۶۱)

(۲۰) علامہ سفارینی نے اپنی کتاب الدرۃ المضیۃ میں، پھر اس کی شرح میں اس مسئلہ پر اچھا کلام کیا ہے اس کا ایک حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے، پہلے متن کتاب کے دو شعر لکھے ہیں۔

واحذر من الخوض الذی قد یزری، بفضلھم مما جری لو تدری

اور پرہیز کرو صحابہ کرام میں پیش آنے والے جھگڑوں میں دخل دینے سے جس میں ان میں سے کسی کی تحقیر ہوتی ہو۔

فانه عن اجتهاد قد صدرَ فاسلم ازل اللّٰه من لهم هجر

کیوں کہ ان کا جو عمل بھی ہوا ہے اپنے اجتہاد شرعی کی بنا پر ہوا ہے تم سلامتی کی راہ اختیار کرو۔ اللہ ذلیل کرے اس شخص کو جو ان کی بدگوئی کرے۔

اس کے بعد اس کی شرح میں فرمایا:

فَإِنَّهُ أَيِ التَّخاصُمُ وَالنِّزاعُ وَالتَّقاتُلُ وَالدِّفاعُ الَّذِی جَرى بَيْنَهُم كَانَ عَنِ اجْتِهادٍ قَدْ صَدَرَ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ رُؤُسِ الْفَرِيقَيْنِ، وَمَقْصِدٍ سَائِغٍ لِكُلِّ فِرْقَةٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ،

وَإِنْ كَانَ الْمُصِيبُ فِى ذَلِكَ لِلصَّوَابِ وَاحِدهما وَهُوَ عَلِيٌّ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَمَنْ وَالَاهُ، وَالْمُخْطِئُ هُوَ مَنْ نَازَعَهُ وَعَادَاهُ، غَيْرَ أَنَّ لِلْمُخْطِئِ فِى الِاجْتِهَادِ أَجْرًا وَثَوَابًا، خِلَافًا لِأَهْلِ الْجفَاءِ وَالْعِنَادِ، فَكُلُّ مَا صَحَّ مِمَّا جَرَى بَيْنَ الصَّحَابَةِ الْكِرَامِ وَجَبَ حَمْلُهُ عَلَى وَجْهٍ يَنْفِى عَنْهُمُ الذُّنُوبَ وَالآثَامَ، فَمُقَاوَلَةُ عَلِيٍّ مَعَ الْعَبَّاسِ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا تَقْضِى إِلَى شَيْنٍ، وَتَقَاعُدُ عَلِيٍّؓ عَنْ مُبَايَعَةِ الصِّدِّيقِؓ فِى بَدْءِ الْأَمْرِ كَانَ لِأَحدِ أَمْرَيْنِ: إِمَّا لِعَدَمِ مَشْوِرَتِهِ كَمَا عَتَبَ عَلَيْهِ بذَلِكَ، وَإِمَّا وُقُوفًا مَعَ خَاطِرِ سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِ فَاطِمَةَ الْبَتُولِ مِمَّا ظَنَّتْ أَنَّهُ لَهَا، وَلَيْسَ الْأَمْرُ كَمَا هُنَالِكَ، ثُمَّ إِنَّ عَلِيًّاؓ بَايَعَ الصِّدِّيقَؓ عَلَى رُؤسِ الْأَشْهَادِ، فَاتَّحَدَتِ الْكَلِمَةُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَحَصَلَ الْمُرَادُ، وَتَوَقُّفِ عَلِيٍّ عَنِ الِاقْتِصَاصِ مِنْ قَتَلَةِ عُثْمَانَؓ، إِمَّا لِعَدَمِ الْعِلْمِ بِالْقَاتِلِ، وَإِمَّا خَشْيَةَ تَزَايُدِ الْفَسَادِ وَالطُّغْيَان، وَكَانَتْ عَائِشَةُؓ وَطَلْحَةُؓ وَالزُّبَيْرُؓ وَمُعَاوِيَةُؓ رضى اللّٰه عنهم وَمَنِ اتَّبَعَهُمْ مَا بَيْنَ مُجْتَهِدٍ وَمُقَلِّدٍ فِى جَوَازِ مُحَارِبَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ سَيِّدِنَا أَبِى الْحَسَنَيْنِ، الْأَنْزَعِ الْبَطِينِ رِضْوَانُ اللَّهِ تعالى عَلَيْهِ.

وَقَدِ اتَّفَقَ أَهْلُ الْحَقِّ أَنَّ الْمُصِيبَ فِى تِلْكَ الْحُرُوبِ وَالتَّنَازُعِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيٌّؓ مِنْ غَيْرِ شَكٍّ وَلَا تَدَافُعٍ، وَالْحَقُّ الَّذِى لَيْسَ عَنْهُ نُزُولٌ أَنَّهُمْ كُلُّهُمْ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ عُدُولٌ، لِأَنَّهُمْ مُتَأَوِّلُونَ فِى تِلْكَ المخاصمات مُجْتَهِدُونَ فِى هَاتِيكَ الْمُقَاتَلَاتِ، فَإِنَّهُ وَإِنْ كَانَ الْحَقُّ عَلَى الْمُعْتَمَدِ عِنْدَ أَهْلِ الْحَقِّ وَاحِدًا، فَالْمُخْطِئُ مَعَ بَذْلِ الْوُسْعِ وَعَدَمِ التَّقْصِيرِ مَأْجُورٌ لَا مَأْزُورٌ، وَسَبَبُ تِلْكَ الْحُرُوبِ اشْتِبَاهُ الْقَضَايَا، فَلِشِدَّةِ اشْتِبَاهِهَا اخْتَلَفَ اجْتِهَادُهُمْ، وَصَارُوا ثَلَاثَةَ أَقْسَامٍ: قِسْمٌ ظَهَرَ لَهُمُ اجْتِهَادًا أَنَّ الْحَقَّ فِى هَذَا الطَّرَفِ، وَأَنَّ مُخَالِفَهُ بَاغٍ فَوَجَبَ عَلَيْهِ نُصْرَةُ الْمُحِقِّ، وَقِتَالُ الْبَاغِى عَلَيْهِ فِيمَا اعْتَقَدُوهُ، فَفَعَلُوا ذَلِكَ، وَلَمْ يَكُنْ لِمَنْ هَذَا صِفَتُهُ التَّأَخُّرُ عَنْ مُسَاعَدَةِ الإِمَامِ الْعَادِلِ فِى قِتَالِ الْبُغَاةِ فِى اعْتِقَادِ، وَقِسْمٌ عَكْسُهُ سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَقِسْمٌ ثَالِثٌ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِمُ الْقَضِيَّةُ، فَلَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ تَرْجِيحُ أَحَدِ الطَّرَفَيْنِ، فَاعْتَزَلُوا الْفَرِيقَيْنِ، وَكَانَ هَذَا الِاعْتِزَالُ هُوَ الْوَاجِبُ فِى حَقِّهِمْ، لِأَنَّهُ لَا يَحِلُّ الإِقْدَامُ عَلَى قِتَالِ مُسْلِمٍ حَتَّى يَظْهَرَ مَا يُوجِبُ ذَلِكَ، وَبِالْجُمْلَةِ فَكُلُّهُمْ مَعْذُورُونَ وَمَأْجُورُونَ لَا مَأْزُورُونَ، وَلِهَذَا اتَّفَقَ أَهْلُ الْحَقِّ مِمَّنْ يُعْتَدُّ بِهِ فِى الإِجْمَاعِ عَلَى قَبُولِ شَهَادَاتِهِمْ وَرِوَايَاتِهِمْ، وَثُبُوتِ عَدَالَتِهِمْ، وَلِهَذَا كان عُلَمَائنَا كَغَيْرِهِمْ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَمِنْهُمُ ابْنُ حَمْدَانَ فِى نِهَايَةِ الْمُبْتَدِئِينَ يَجِبُ حُبُّ كُلِّ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

الصَّحابَةِ، وَالْكَفُّ عَمَّا جرى بَيْنَهُمْ كِتَابَةً وَقِرَاءَةً وَإِقْرَاءً وَسَمَاعًا وَتَسْمِيعًا، وَيَجِبُ ذِكْرُ مَحاسِنِهِمْ وَالتَّرَضِّى عَنْهُمْ وَالْمَحبَّةُ لَهُمْ وَتَرْكُ التَّحامُلِ عَلَيْهِمْ، وَاعْتِقَادُ الْعُذْرِ لَهُمْ، وَأَنَّهُمْ انما فَعَلُوا مَا فَعَلُوا بِاجْتِهَادٍ سَائِغٍ لَا يُوجِبُ كُفْرًا وَلَا فِسْقًا، بَلْ وَرُبَّمَا يُثَابُونَ عَلَيْهِ، لِأَنَّهُ اجْتِهَادٌ سَائِغٌ، ثُمَّ قَالَ وَقِيلَ: الْمُصِيبُ عَلِيٌّ، وَمَنْ قَاتَلَهُ فَخَطَؤُهُ مَعْفُوٌّ عَنْهُ. وَإِنَّمَا نَهَى عَنِ الْخَوْضِ فِي النَّظْمِ (اى فى نظم العقيدة عن الخوض فى مشاجرات الصحابة) لِأَنَّ الإِمَامَ أَحْمَدَ كَانَ يُنْكِرُ عَلَى مَنْ خَاضَ وَيُسَلِّمُ أَحَادِيثَ الْفَضائِلِ، وَقَدْ تَبَرَّأَ مِمَّنْ ضَلَّلَهُمْ أَوْ كَفَّرَهُمْ، وَقَالَ: السُّكُوتُ عَمَّا جَرَى بَيْنَهُمْ. (شرح عقائد سفارينى ص۳۸۶ ج۲)

ترجمہ: اس لیے کہ جو نزاع وجدال اور دفاع وقتال صحابہؓ کے درمیان پیش آیا وہ اس اجتہاد کی بنا پر تھا جو فریقین کے سرداروں نے کیا تھا اور فریقین میں سے ہر ایک کا مقصد اچھا تھا، اگرچہ اس اجتہاد میں برحق فریق ایک ہی ہے اور وہ حضرت علیؓ اور ان کے رفقا ہیں اور خطا پر وہ حضرات ہیں جنھوں نے حضرت علیؓ سے نزاع وعداوت کا معاملہ کیا؛ البتہ جو فریق خطا پر تھا، اسے بھی ایک اجر وثواب ملے گا، اس عقیدہ میں صرف اہل جفا وعناد ہی اختلاف کرتے ہیں، لہٰذا صحابہ کرامؓ کے درمیان مشاجرات کی جو صحیح روایات ہیں ان کی بھی اس میں تشریح کرنا واجب ہے جو ان حضرات سے گناہوں کے الزام کو دور کرنے والی ہو، لہٰذا حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے درمیان جو تلخ کلامی ہوئی وہ کسی کے لیے موجب عیب نہیں، نیز ابتدار میں حضرت علیؓ نے جو حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی، وہ دو باتوں میں سے کسی ایک وجہ سے تھی، یا تو اس لیے کہ ان سے مشورہ نہیں لیا گیا تھا، جیسا کہ خود انھوں نے اسی پر رنجیدگی کا اظہار فرمایا، یا پھر اس سے حضرت فاطمہؓ کی دلداری مقصود تھی جو یہ سمجھتی تھیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے جو حصہ مجھے ملنا چاہیے، وہ ملے پھر حضرت علیؓ نے بلاشبہ تمام لوگوں کے سامنے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اللہ کے فضل سے مسلمانوں کی بات ایک ہوگئی اور مقصد حاصل ہوگیا۔

اسی طرح حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے میں جو توقف سے کام لیا وہ یا تو اس بنا پر تھا کہ یقینی طور سے قاتل معلوم نہ ہوسکا یا اس لیے کہ فتنہ فساد میں اضافہ کا اندیشہ تھا اور حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت معاویہؓ اور ان کے متبعین نے حضرت علیؓ کے مقابلہ میں جنگ کرنے کو جو جائز سمجھا اس میں ان میں سے بعض حضرات مجتہد تھے اور بعض ان کی تقلید کرنے والے۔

اور اس بات پر اہلِ حق کا اتفاق ہے کہ ان جنگوں میں حق بلاشبہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اور وہ عقیدۂ برحق جس پر کوئی مصالحت نہیں ہوسکتی، یہ ہے کہ یہ تمام حضرات صحابہؓ عادل ہیں؛ اس لیے کہ ان تمام جنگوں میں انھوں نے تاویل اور اجتہاد سے کام لیا؛ اس لیے کہ اہلِ حق کے نزدیک اگرچہ حق ایک ہی ہوتا ہے؛ لیکن حق تک پہنچنے کے لیے پوری کوشش صرف کرنے اور اس میں کوتاہی نہ کرنے کے بعد کسی سے غلطی بھی ہوجائے تو وہ ماجور ہی ہوتا ہے، گناہ گار نہیں۔

اور در حقیقت ان جنگوں کا سبب معاملات کا اشتباہ تھا، یہ اشتباہ اتنا شدید تھا کہ صحابہؓ کی اجتہادی آرا مختلف ہوگئیں اور وہ تین قسموں میں بٹ گئے، صحابہؓ کی ایک جماعت تو وہ تھی جس کے اجتہاد نے اسے اس نتیجہ تک پہنچایا کہ حق فلاں فریق کے ساتھ ہے اور اس کا مخالف باغی ہے، لہٰذا اس پر اپنے اجتہاد کے مطابق برحق فریق کی مدد کرنا اور باغی فریق سے لڑنا واجب ہے؛ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور ظاہر ہے کہ جس شخص کا حال یہ ہو اس کے لیے ہرگز مناسب نہیں تھا کہ وہ امامِ عادل و برحق کی مدد اور باغیوں سے جنگ کے فریضے میں کوتاہی کرے۔ دوسری قسم اس کے برعکس ہے اور اس پر بھی تمام وہی باتیں صادق آتی ہیں جو پہلی قسم کے لیے بیان کی گئی ہیں، صحابہؓ کی ایک تیسری جماعت وہ تھی جس کے لیے کچھ فیصلہ کرنا مشکل تھا اور اس پر یہ واضح نہ ہوسکا کہ فریقین میں سے کس کو ترجیح دے یہ جماعت فریقین سے کنارہ کش رہی اور ان حضرات کے حق میں یہ کنارہ کشی ہی واجب تھی؛ اس لیے کہ جب تک کوئی شرعی وجہ واضح نہ ہو، کسی مسلمان کے خلاف قتال کا اقدام حلال نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام صحابہؓ معذور اور ماجور ہیں، گناہ گار نہیں، یہی وجہ ہے کہ اہلِ حق کے تمام قابلِ ذکر علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ان کی شہادتیں بھی قبول ہیں اور ان کی روایات بھی اور ان سب کے لیے عدالت ثابت ہے۔ اسی لیے ہمارے ملک کے علماء نے — اور ان کے علاوہ تمام اہلِ سنت نے — جن میں ابن حمدانؒ (نہایۃ المبتدئین) بھی داخل ہیں، فرمایا ہے کہ

تمام صحابہؓ سے محبت رکھنا اور ان کے درمیان جو واقعات پیش آئے ان کو لکھنے، پڑھنے، پڑھانے، سننے اور سنانے سے پرہیز کرنا واجب ہے اور ان کی خوبیوں کا تذکرہ کرنا، ان سے رضامندی کا اظہار کرنا، ان سے محبت رکھنا، ان پر اعتراضات کی روش کو چھوڑنا، انھیں معذور سمجھنا اور یہ یقین رکھنا واجب ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا وہ ایسے جائز اجتہاد کی بنا پر کیا جس سے نہ کفر لازم آتا ہے نہ فسق ثابت ہوتا ہے؛ بلکہ بسا اوقات اس پر انھیں ثواب ہوگا اس لیے کہ یہ ان کا جائز اجتہاد تھا۔ پھر کہتے ہیں بعض حضرات نے کہا ہے کہ حق حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اور جس نے ان سے قتال کیا اس

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کی غلطی معاف کردی گئی ہے۔ اور الدرۃ المضیۃ کی نظم میں جو مشاجرات کے معاملہ میں غور و بحث سے منع کیا گیا ہے، وہ اس لیے کہ امام احمدؒ اس شخص پر نکیر فرمایا کرتے تھے جو اس بحث میں الجھتا ہو اور فضائل صحابہ میں جو احادیث آئی ہیں، انھیں تسلیم فرما کر ان لوگوں سے براءت کا اظہار کرتے تھے جو صحابہ کو گمراہ یا کافر کہتے ہیں اور کہتے تھے کہ (صحیح طریقہ) مشاجرات صحابہؓ میں سکوت اختیار کرنا ہے۔

یہ مختصر مجموعہ ہے سلف وخلف، متقدمین ومتاخرین علماء امت کے عقائد واقوال کا جن میں تمام صحابہ کرام کے عدل وثقہ ہونے پر بھی اجماع واتفاق ہے اور اس پر بھی کہ ان کے درمیان پیش آنے والے مشاجرات میں خوض نہ کیا جائے یا سکوت اختیار کریں، یا پھر ان کی شان میں کوئی ایسی بات کہنے سے پرہیز کریں جس سے ان میں سے کسی کی تنقیص ہوتی ہو۔

❁ ❁ ❁

کمالاتِ نبوت کے آئینہ دار

از: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو پہچاننے کے لیے حضرات صحابہؓ ہی کی زندگی معیار ہوسکتی ہے؛ کیونکہ یہی وہ مقدس طبقہ ہے جس نے براہِ راست فیضانِ نبوت سے نور حاصل کیا اور اسی پر آفتابِ نبوت کی کرنیں بلا کسی حائل وحجاب کے پڑیں؛ اس لیے قدرتی طور پر جو ایمانی حرارت اور نورانی کیفیت ان میں آسکتی تھی وہ بعد والوں کو میسر آنی طبعًا ناممکن تھی؛ اس لیے قرآنِ حکیم نے من حیث الطبقہ اگر کسی پورے کے پورے طبقہ کی تقدیس کی ہے تو وہ صحابۂ کرامؓ ہی کا طبقہ ہے۔ اس نے انھیں مجموعی طور پر رَاضِی مَرضِی اور رَاشِد و مُرشَد فرمایا، ان کے قلوب کو تقویٰ وطہارت سے جانچا پرکھا، بتلایا اور انھیں کے رکوع وسجود کے نورانی آثار کو جو اُن کی پیشانیوں پر بہ طور گواہ نمایاں تھے، ان کی عبودیت اور ہمہ وقت سرنیاز خم کیے رہنے کی شہادت کے طور پر پیش فرمایا۔ اس لیے امت کا یہ اجماعی عقیدہ مسلسل اور متواتر چلا آرہا ہے کہ صحابہؓ کل کے کل عدول اور متقن ہیں، ان کے قلوب نیات کے کھوٹ سے بَری ہیں اور ان کا اجماع شرعی حجت ہے، جس کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے؛ اس لیے بہرحال صحابہؓ ہی کے مقدس طبقہ کو بلا جھجک کہا جاسکتا ہے کہ وہ کمالاتِ نبوت کے آئینہ دار اور جمالاتِ رسالت کا مظہر اتم ہے۔ حضورؐ کے عاداتِ کریمہ، خصائل حمیدہ، شمائل فاضلہ، اخلاق عظیمہ اور شریعت کے تمام مسائل ودلائل اور حقائق وآداب کا علماً وعملاً سچا ترجمان ہے اور اس لیے ان کی راہ کا اتباع اک بے غل وغش اور مطمئن راستہ ہے، جو امت کو ہر گمراہی سے بچا سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ:

من كان مُستَنًّا فَلْيَستَنَّ بِمَنْ قَدمَاتَ فإن الحيّ لا تؤمنُ عليه الفتنة أولٓئك أصحابِ محمّد صلى الله عليه وسلم كانو أفضل هذه الأمة أبرها قلوبا وأعمقها

[Website: DifaAhleSunnat.com]

علما وأقلها تكلفًا اختارهم اللّٰه لصحبة نبيه ولإقامَة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتّبعوهم على أثرهم وتمسّكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانّهم كانوا على الهدى المستقيم (رواه رزين، مشكوٰة، ص ۳۲)

ترجمہ: ”جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے وہ ان کی راہ اختیار کرجواس دنیا سے گذرچکے ہیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہیں جواس اُمت کا سب سے افضل ترین طبقہ ہے قلوب ان کے پاک تھے علم ان کا گہرا تھا تکلف وتصنع ان میں کالعدم تھا اللہ نے انھیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کے برپا کرنے کے لیے چن لیا تھا؛ اس لیے ان کی فضیلت وبرگزیدگی کو پہچانو ان کے نقش قدم پر چلو اور طاقت بھران کے اخلاق اوران کی سیرتوں کومضبوط پکڑو؛ اس لیے کہ وہی ہدایت کے سیدھے راستے پر تھے“۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضورعلیہ السلام کی ذاتِ اقدس زندگی کے ہرشعبے کے ہر پہلوکی خبر کی جامع تھی اورذات بابرکات کوحق تعالیٰ نے سارے ہی علمی وعملی کمالات کامنتہا اورآخری نقطۂ فیض بنایا تھا ممکن نہ تھا کہ اُمت کا ہر ہرطبقہ جس کی قابلیتیں اورعلمی وعملی صلاحیتیں کم وبیش اورمتفاوت اور ذہنی پروازیں الگ الگ تھیں کسی طبقہ پرعلم کا،غلبہ کسی پرزہدکا،کسی پرتقویٰ وطہارت کاغلبہ،کسی پرافادہ وارشاد کا،کسی پرخلوت کا،توکسی پرجلوت کی جلوہ آرائی کا پھرمعاشرتی لائنوں میں کسی میں تجارت کا ذوق اورکسی میں صنعت وحرفت کا،کسی میں ملازمت کا شوق اورکسی میں دوسرے کاروبارکا۔ضروری نہ تھا کہ ہرہر طبقہ نبوت کے ہرہررُخ کو پورے پورے غلبہ اوریکسانیت کے ساتھ اپنی اپنی مخصوص زندگیوں کا جوہر بناسکےاور براہِ راست اس تک پہنچ سکے؛اس لیےحق تعالیٰ ان مظاہرنبوت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہرہرطبقہ کےافرادجمع فرمادیے تھےان میں امیربھی تھےاورغریب بھی،تاجربھی تھےاورکاشتکاربھی، صنّاع بھی تھے اوراہل حرفہ بھی، مزدوربھی تھے اورسرمایہ داربھی، قاضی ومفتی بھی تھے اورمحکوم بھی، ملازمت پیشہ بھی تھےاوریکسوبھی،خلوت پسندبھی تھےاورجلوت دوست بھی،اربابِ اقتداربھی تھےاور پبلک میں بھی،صف شکن بھی تھےاورنفس کش،خواص بھی تھےاورعوام بھی؛غرض ہردرجہ اور ہرلائن کے لوگ اس مقدس طبقہ میں منجانب اللہ مہیا تھے؛مگرقدرمشترک ان سب میں کمالِ دین کمالِ اخلاص، کمالِ تقویٰ،کمالِ اتباعِ سنت اورکمالِ محبت خدا ورسول تھا جورُوح کی طرح ان کے تمام عادات وافعال اورسارے ہی اخلاق وشمائل میں دوڑا ہوا تھاجس سے وہ ہروقت سرشاراوراس کے عرفانی نشہ میں مست ومستغرق تھے۔ان کی تجارت وملازمت،صنعت وحرفت، دولت وشوکت،امارت وغربت،

عبادت وریاضت، جہاد ودعوت، دین ودیانت کے معیاری مقام سے ذرہ بھر بھی گری ہوئی یا ہٹی ہوئی نہ تھی اور بالفاظ دیگر اتباع واخلاص کی وجہ سے سرتاپا دین ہی دین تھی؛ اس لیے دین کے اتباع کے ساتھ دنیا کے جس طبقہ پر دین کا جو رنگ بھی غالب ہو اور وہ دیانت کے جس رنگ میں بھی اپنی زندگی گزارنا چاہے، اُسے صحابہؓ کی زندگی میں وہ نمونہ مل جائے گا جو اس دائرہ کی سنت نبوی سے مستنیر ہوگا اور اس کی پیروی کرکے ایک انسان جس شعبۂ زندگی میں بھی بڑھنا چاہے اتباعِ سنت کے دائرہ سے باہر نہ ہوگا۔ پس حق تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا فضل ہے کہ اس جامع دین کے دریا کے جو مشرق ومغرب میں پھیلا ہوا ہے، گھاٹ ہزاروں بنادیئے جو ہر سَمت اور ہر گوشہ میں ہیں، ان کی سمتیں مختلف ہیں، رُخ الگ الگ ہیں؛ لیکن پانی ایک، اس کا ذائقہ ایک اور اس کی خوشبو واحد ہے۔ اگر اس عالمی دریا کا ایک ہی گھاٹ اور ایک ہی مشرب (جائے آبِ نوش) ہوتا اور مشرق ومغرب کے لوگ پابند کیے جاتے کہ وہ اسی ایک گھاٹ پر پہنچ کر پانی پئیں اور جمع کریں تو اس عالمی اُمت کے لیے زندگی دوبھر اور وبالِ جان ہوجاتی؛ اس لیے حق تعالیٰ نے صحابہؓ کی زندگی کے اتنے ہی نمونے بنادیئے جتنے زندگی کے گوشے اور اللہ تک پہنچنے کے رُخ ہوسکتے ہیں؛ تاکہ اپنے اپنے ذوق کے مطابق ہر ہر اُمتی ان مختلف الجہات مشربوں اور رخوں سے اسلام کا آبِ حیات پیتا رہے اور اپنی روح کو سیراب کرتا رہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو صحابۂ کرامؓ کی زندگیوں پر چلیں اور ان زندگیوں کو پیش کرکے دنیا کو اس پر چلائیں کہ یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زریں نصیحت کی سچی پیروی اور کتاب وسنت کا صحیح اتباع ہے۔

❁ ❁ ❁

[Website: DifaAhleSunnat.com]

دینِ الٰہی کے پاسبان

از: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ جل شانہٗ نے نبی اکرم رسول معظم فخر بنی آدم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے انس وجن کے لیے مبعوث فرمایا۔ آپ نے تعلیم وتزکیہ کا فریضہ پوری طرح انجام دیا۔ اللہ کی کتاب کے الفاظ کی تعلیم دی۔ اس کے معانی اوراحکام بتائے اور عملی طور پر بھی خود کرکے دکھایا اور بہت سے وہ احکام بتائے جو وحی جلی یعنی قرآن میں منصوص نہ تھے۔ آپ کی دعوت اور تعلیم وتبلیغ کا کام انجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے صحابہ کو منتخب فرمایا۔ ان حضرات نے بہت ہی تکلیفیں اٹھائیں اوراسلام کے عقائداوراصول وفروع کے پھیلانے اور پہنچانے میں جانوں کی بازی لگادی، جو دین ان کو ملا تھا اس کو محفوظ رکھا اور آگے بڑھایا اور عالم میں پھیلایا۔ ساری اُمت پر ان حضرات کا احسان ہے کہ اُمت تک پورا دین پہنچادیا۔ یہ حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح نائب بنے۔ علم بھی سکھایااور عمل کرکے بھی دکھایا۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کے اخلاص کی قدردانی فرمائی ان کی محنتوں کو قبول فرمایا۔ قرآن مجید میں ان کی تعریف فرمائی اوران سے راضی ہوجانے کی خوشخبری دی اوران کے بلند درجات سے آگاہ فرمایا۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ ہے کہ بنی آدم میں انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد فضیلت میں صحابۂ کرامؓ ہی کا درجہ ہے۔ حضرات صحابۂ کرامؓ اگرچہ معصوم نہیں ہیں؛ لیکن ان کے گناہ مغفور ہیں۔ ان سے گناہ سرزد ہونے میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں اوران خطاؤں کا صادر ہونا ان کے بلند مرتبہ کے منافی نہیں ہے اور حضرات صحابہؓ کا ذکر صرف خیر ہی کے ساتھ کرنا درست ہے۔ ان میں سے کسی کو بُرا کہنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے جو عقائد اہل السنۃ والجماعۃ

کی ترجمان ہے کہ

ویکف عن ذکر الصحابة الّا بخیر لما ورد من الأحادیث الصحیحة فی مناقبھم ووجوبِ الکفّ عن الطعن فِیھِم.

اور حضرت صحابہؓ کا ذکر صرف خیر کے ساتھ کرے کیونکہ ان کے مناقب میں اور ان پر طعن نہ کرنے کے واجب ہونے کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں۔

آج کل جوش تحقیق میں مجتہد اور مجدد ہونے کے دعویدار جو تھوڑی بہت شگفتہ اردو لکھ لیتے ہیں حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کرنے کو اپنی امارت اور تجدید کا قابل فخر کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابر نے تو یہ ارشاد فرمایا کہ حضرات صحابہ کا ذکر صرف خیر ہی کے ساتھ کیا جائے اور ان سے جو کوئی عملی خطا سرزد ہوگئی ہے اس کے بارے میں نہ صرف یہ کہ سکوت کیا جائے؛ بلکہ اس کا اچھا محمل تلاش کرلیں اور اچھی طرح تاویل کرلیں۔ ان سے نہ خود بدگمان ہوں نہ دوسروں کو بدگمان ہونے دیں؛ لیکن ذوقِ تنقید کے خوگر حضرات صحابہؓ کو مطعون کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔ ھداھم اللّٰہ تعالیٰ۔ دورِ حاضر کے بہت سے محقق تو اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک سے خارج ہونے کو کوئی بُری بات ہی نہیں سمجھتے اور بعض لوگ اہل السنۃ والجماعۃ سے اپنی نسبت کاٹنے کو پسند نہیں کرتے؛ لیکن پھر بھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف کتابیں لکھتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے محققین میں کوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کیچڑ اچھال رہا ہے اور کوئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدف ملامت بنا رہا ہے اور بعض لوگ اہل تشیع کے جواب میں ایسا انداز اختیار کرتے ہیں جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مطعون ہوتے ہیں۔ یہ لوگ تاریخ کے حوالوں سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی کچھ لغزشیں اور کوتاہیاں جمع کرکے اور کچھ ان کے آپس کے اختلاف اور جنگ کے واقعات کو سامنے رکھ کر اپنے ذوق تنقید کی تسکین کرتے ہیں۔ ھداھم اللّٰہ تعالیٰ۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلافات اور باہمی جنگوں کے واقعات کو مشاجرات صحابہؓ کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان واقعات کے بارے میں حضرات سلف نے خاموشی اور کف لسان ہی کو واجب بتایا اور ان کا یہ بتانا اور فرمانا کتاب وسنت کے عین مطابق ہے۔

غور کرنے سے مجھے مشاجرات صحابہ کے متعلق اللہ جل شانہٗ نے بعض ایسے محامل القا فرمادیے جن کی وجہ سے ان کے بارے میں کوئی اشکال نہیں رہا اور نہ صرف یہ کہ اشکال باقی نہ رہا؛ بلکہ دل میں

[Website: DifaAhleSunnat.com]

یہ آیا کہ اُمت کی تعلیم کے لیے ان مشاجرات کا وجود میں آنا ضروری تھا۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تو اللہ جل شانہٗ نے بہت بڑی فضیلت بخشی ہے ان کو برائی سے یاد کرنا کیوں کر درست ہوسکتا ہے جب کہ عام مسلمانوں کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا تسبّوا الأموات فانّهم قد أفضوا إلى ما قدموا یعنی مُردوں کو برائی سے یاد نہ کرو؛ کیونکہ وہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنی اپنی جگہ کو پہنچ چکے ہیں۔ (رواہ البخاری)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ مفتاح الجنّة في الاحتجاج بالسنّه کے نام سے تحریر فرمایا ہے اس میں انھوں نے علامہ دینوری کی کتاب المجالسه سے نقل کیا ہے کہ رافضیوں کے مذہب کی ابتدا اس طرح سے ہوئی کہ چند زندیقوں نے (اسلام کو لوگوں کی نظروں سے گرانے اور بدنام کرنے کے لیے) مشورہ کیا کہ اس بارے میں کیا کرنا چاہیے۔ ان میں سے بعض نے رائے دی کہ مسلمانوں کے نبی کو (صلی اللہ علیہ وسلم) بُرا بھلا کہیں جب ان کی عظمت اور عقیدت گھٹے گی تو اس کا دین آگے بڑھنے میں بھی رکاوٹ ہوگی۔ اس پر ان کے سردار نے کہا کہ ایسا کریں گے تو ہم سب قتل کردیے جائیں گے (کیونکہ مسلمان اس بات کو برداشت نہیں کرسکتے) پھر آپس میں مشورہ ہوا کہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کو بُرا بھلا کہنا چاہیے اور ان سے علیحدگی اختیار کی جائے اور ان کو کافر کہا جائے۔ جب آپس میں یہ رائے پاس ہوگئی تو انھوں نے کہا کہ علی کے علاوہ سب صحابہ دوزخ میں ہیں۔ پھر کہنے لگے کہ علی ہی نبی تھے، جبرائیل سے وحی لانے میں خطا ہوگئی۔ (مفتاح الجنة، ص ۴۷)

یہ بات اس زمانہ کے زندیقوں نے پھیلائی اور اس کے قبول کرنے والے کچھ لوگ ہوگئے پھر سلسلہ آگے بڑھتے بڑھتے شیعیت اور رافضیت ایک مذہب بن گیا، ان کے نزدیک صحابہؓ سے بغض رکھنا اور ان کو گالیاں دینا اور ان سے بیزاری کا اعلان کرنا ہی سب سے بڑا دین ہے۔ زندیقوں نے جو یہ بات چلائی تھی درحقیقت اس میں بہت بڑا راز پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی کتاب اللہ کے نقل کرنے والے ہیں اور انھوں نے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نقل کی ہیں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ہی سارے دین کی بنیاد ہے ان دونوں چیزوں کے نقل کرنے والوں پر اگر بالفرض اعتماد نہ ہو اور ان کو کافر مان لیا جائے (جیسا کہ روافض کہتے ہیں) تو ان کی نقل کی ہوئی کتاب اور سنت پر کیا بھروسہ ہوگا۔ جب کتاب وسنت ہی محفوظ نہ رہی تو دین کہاں

رہا؟ دین حقیقی سے ہٹانے کے لیے اور اسلام کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کے لیے درحقیقت یہ بڑا حربہ ہے جو دشمنوں نے اختیار کیا۔

آج کل کے جو مصنّفین اپنی تحقیق کے جواہر اس میں دکھاتے ہیں کہ حضرات صحابہ کو مطعون کریں اور ان کی لغزشوں کو جمع کریں۔ یہ لوگ اگرچہ یوں نہیں کہتے کہ ہم دشمنانِ اسلام ہیں؛ لیکن دشمنوں کے ہاتھ میں تاریخ کی کتابوں سے مواد تلاش کر کے ہتھیار دے رہے ہیں اور دین کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے میں مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں نے دین اور علم دین اسلامی ذہن رکھنے والے اساتذہ سے حاصل نہیں کیا صرف مطالعہ کا علم رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث کی نصوص سے بے خبر ہیں یا قصداً قرآن وحدیث کی تصریحات کو دیکھنے سے گریز کرتے ہیں؛ تاکہ اس کے محقق اور ناقد ہونے پر اثر نہ پڑے؛ اس لیے آزادی کے ساتھ جو چاہتے ہیں لکھ دیتے ہیں۔ جب ان کو احساس دلایا جاتا ہے کہ یہ طریقہ درست نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تاریخ کی کتابوں میں دیکھ لیا ہے؛ حالانکہ تاریخ کی کتابیں ہر قسم کے رطب یابس سچی جھوٹی باتوں اور روافض وخوارج کی روایتوں سے بھرپور ہیں، ان پر اعتماد کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ پھر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ اس دنیا سے رخصت ہوجانے والوں کو بُرا مت کہو تو اس ارشاد کی خلاف ورزی کرنا کونسی دینداری اور سمجھداری ہے۔ یہ لوگ تو کتابیں لکھ کر دنیا سے چلے جائیں گے تحقیق اور تصنیف کے نام سے ان کی شہرت بھی ہوجائے گی اور اس طرح سے پیسے بھی بہت کچھ کمالیں گے؛ لیکن دشمنانِ دین ان ہی کی کتابوں کے حوالے دیتے رہیں گے اور بے پڑھے مسلمانوں کو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بدظن کر کے ان کے دلوں میں اسلام کے عقائد اور اعمال اور ارکان واحکام میں تذبذب اور شک پیدا کرتے رہیں گے۔ بے پڑھے لوگ صرف ہل بیل چلانے والے ان پڑھ ہی نہیں پڑھے لکھے لوگ بھی بے پڑھوں میں شامل ہیں جو قرآن وحدیث سے بے بہرہ ہیں؛ مگر ڈگریاں بڑی بڑی لیے پھرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس طرح کا ذوق تنقید رکھنے والے اپنے کو خادمِ اسلام اور اقامت دین کا داعی بھی کہتے ہیں؛ لیکن اپنی تحریرات سے اسلام کو جو نقصان پہنچا رہے ہیں اس سے غافل یا متغافل ہیں۔ یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ایک مسلمان مورخ ہونے کے وقت بھی مسلمان ہی ہے تاریخ لکھتے وقت اس کو قرآن وحدیث کی نصوص کو سامنے رکھنا لازم ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو بات کسی کی شخصیت کے متعلق ہو اس کے راویوں کو جرح وتعدیل کے اصول پر پرکھ لیں۔ مجروح رواۃ کی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

روایت تو رد کی ہی جاتی ہے ثقہ راویوں کی کوئی روایت اگر نصوص قرآن واحادیث مشہورہ اور اجماع امت کے خلاف پڑتی ہوتو اس کو بھی رد کیا جاتا ہے۔ یہ اصولی بات ہے جس سے یہ محققین آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان لوگوں کے ہم نوا یہ بات اٹھائیں کہ پرانے مورخین جنھوں نے عربی میں کتابیں لکھیں، انھوں نے ایسی باتیں کیوں جمع کیں جن سے حضراتِ صحابۂ کرامؓ میں سے کسی کی شخصیت پر حرف آتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جن حضراتِ صحابہؓ نے تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں، انھوں نے ان حضرات کی بہت زیادہ صحیح تعریف لکھ کر ایک آدھ بات ایسی بھی لکھ دی ہے جس سے کوئی نقص کا پہلو نکلتا ہے؛ لیکن ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی بتادیا ہے کہ تاریخی روایات معتبر نہیں یعنی جو چیز جرح وتعدیل کے بغیر لکھی گئی ہو وہ لائق اعتبار نہیں۔ پھر ان حضرات نے یہ کتابیں عربی میں لکھی تھیں دورحاضر کے محقق اوّل تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی لغزشیں ہی تلاش کرتے ہیں اور انھیں کو چھانٹ کر ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور لکھنے کے بعد یہ نہیں لکھتے کہ یہ چیزیں بے سند ہیں یا غیر معتبر راویوں سے مروی ہیں؛ بلکہ (حد تو یہ ہے کہ) ان کو باور کرانے کے لیے پورا زور قلم خرچ کرتے ہیں جس سے امت میں حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بے اعتقادی؛ بلکہ بداعتقادی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

✽ ✽ ✽

تمام صحابہؓ عدل ہیں

از: محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمیؒ

اہل سنت وجماعت کا اجماعی مسلک، جس میں کسی سنی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، یہ ہے کہ صحابہؓ کل کے کل عدل ہیں، ان میں کوئی بھی فاسق وفاجر نہیں ہے۔

حافظ ابوعمر بن عبدالبر استیعاب ج ا ص ۲ میں لکھتے ہیں:

فهم خير القرون وخير أمة أخرجت للناس ثبتت عدالة جميعهم بثناء الله عز وجل عليهم وثناء رسوله ﷺ ولا أعدل ممن ارتضاه الله صحابة نبيه ونصرته ولا تزكية أفضل من ذلك ولا تعديل أكمل منه.

ترجمہ: صحابہ خیرالقرون اور خیرامت ہیں، تمام صحابہ کی عدالت یوں ثابت ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی ثنا کی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا عادل نہیں ہوسکتا جس کو اللہ نے اپنے نبی کی صحبت اور نصرت کے لیے پسند کیا ہو اور اس سے بڑھ کر کوئی تزکیہ نہیں ہوسکتا، نہ اس سے زیادہ کامل کوئی تعدیل ہوسکتی۔

آگے چل کر پھر فرماتے ہیں:

وان كان الصحابة رضى الله عنهم قد كفينا البحث عن أحوالهم لإجماع أهل الحق من المسلمين وهم أهل السنة والجماعة على أنهم كلهم عدول (ص۹)

ترجمہ: صحابہؓ کے احوال سے بحث کی ضرورت ہم کو نہیں ہے؛ اس لیے کہ مسلمانوں میں جو اہل حق ہیں یعنی اہل سنت وجماعت ان سب کا اجماع واتفاق ہے کہ صحابہ کل کے کل عدل ہیں۔

علامہ ابن الاثیر جزری جامع الاصول میں فرماتے ہیں:

الصحابة كلهم عَدول بتعديل الله عزوجلّ ورسوله ﷺ لا يحتاجون إلى بحث في عدالتهم وعلى هذا القول معظم المسلمين من الأئمة والعلماء من السلف والخلف (قلمی نسخہ ندوہ)

ترجمہ: تمام صحابہ اللہ اور اللہ کے رسول کے عادل قرار دینے کی وجہ سے عادل ہیں ان کی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عدالت میں بحث کی حاجت نہیں ہے، یہی قول مسلمانوں کے بڑے طبقے (اہل سنت وجماعت) کے اگلے وپچھلے تمام ائمہ وعلماء کا ہے۔

امام نوویؒ شرح مسلم ج۲ص۲۷۳ میں فرماتے ہیں:

اتفق أهل الحق من يعتد به في الإجماع على قبول شهاداتهم ورواياتهم وكمال عدالتهم رضي الله عنهم أجمعين.

ترجمہ: اہل حق اور وہ سب لوگ جن کا اجماع میں اعتبار ہے اس امر پر پورا اتفاق کیا ہے کہ صحابہ کی گواہی اور روایت مقبول ہے اور وہ کامل طور پر عادل ہیں، ان سب سے اللہ راضی ہو۔

اور اس سے پہلے لکھا ہے کلهم عدول، پوری عبارت دوسرے موقع پر نقل کی جائے گی۔

امام غزالیؒ احیاء العلوم اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدیؒ اس کی شرح ج۲ص۲۲۳ میں فرماتے ہیں:

واعتقاد أهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة رضى الله عنهم وجوبًا بإثبات العدالة لكل منهم والكف عن الطعن فيهم الثناء عليهم كما أثنى الله سبحانه وتعالىٰ وأثنىٰ رسوله ﷺ عليهم لعمومهم وخصوصهم (إلى قول الشارح) وحقيق على المتدين أن يستصحب لهم ما كانوا عليه في عهد رسول الله ﷺ فإن نقلت هنأة فليتدبر العاقل النقل وطريقه فإن ضعف رده و إن ظهر و كان آحادا لم يقدح فيما تواتر أو شهدت به النصوص.

ترجمہ: اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کا تزکیہ اس طور پر کہ ان میں سے ہر ایک کی عدالت ثابت مانی جائے اور ان میں طعن کرنے سے بچا جائے، واجب ہے اور جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے عام کی اور خاص کی تعریف کی ہے، تعریف کی جائے اور دین دار کے لیے یہ زیبا ہے کہ صحابہ جس حال پر عہد نبوی میں تھے، اسی حال پر آخر تک ان کو باقی رہنے والا اعتقاد کرے، پس اگر کوئی لغزش نقل کی جائے تو عاقل کو چاہیے کہ اس نقل پر غور کرے اگر وہ کمزور ہو (سند وغیرہ ٹھیک نہ ہو) تو ان کو رد کر دے اور اگر ایسا نہ ہو اور روایت آحاد ہو تو بھی متواتر بات میں اور جس چیز کی شاہد نصوص ہیں وہ نقل کوئی قدح پیدا نہیں کر سکتی۔

حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں ایک خاص فصل ہی اس مقصد کے لیے منعقد کی ہے، فرماتے ہیں:

الفصل الثالث في بيان حال الصحابة من العدالة، اتفق أهل السنة علىٰ أن الجميع عَدول و لم يخالف في ذلك إلّاشذوذ من المبتدعة.

ترجمہ: ”تیسری فصل صحابہؓ کی عدالت کے حال میں“ تمام اہل سنت کا اتفاق ہے کہ کل صحابی

عادل ہیں اس عقیدہ کی مخالفت سوائے چند بدعتیوں کے کوئی دوسرا نہیں کرتا۔

اس کے بعد آگے چل کر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

قد كان تعظيم الصحابة ولو كان اجتماعهم به ﷺ قليلًا مقررًا عند الخلفاء الراشدين وغيرهم.

ترجمہ: صحابہؓ کی تعظیم اگرچہ ان کی ملاقات آں حضرت ﷺ سے تھوڑی دیر ہی رہی ہو خلفاء راشدین وغیرہم کے نزدیک ایک مقرر اور مانی ہوئی بات تھی۔

پھر حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ نقل کر کے فرماتے ہیں:

وفي ذلك أبين شاهد على أنهم كانوا يعتقدون أن شان الصحبة لايعدله شيء (ج۱ص۷۷۶)

ترجمہ: اس واقعہ میں کھلا ہوا شاہد موجود ہے کہ حضرت عمرؓ وغیرہ کا اعتقاد یہ تھا کہ صحابیت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔

خطیب بغدادیؒ نے کفایہ ص ۴۱۵ میں محمد بن عبداللہ بن عمارؒ کا قول نقل کیا ہے:

فإن جميع أصحاب النبي ﷺ كلهم حجة.

ترجمہ: آں حضرت ﷺ کے تمام صحابی حجت ہیں۔

امام محقق کمال الدین ابن الہمام حنفیؒ صاحبِ فتح القدیر مسامرہ میں اور ان کے شاگرد رشید ابن ابی شریفؒ مسائرہ میں فرماتے ہیں:

واعتقاد أهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة رضى الله عنهم وجوبًا بإثبات العدالة لكل منهم والكف عن الطعن والثناء عليهم كما أثنىٰ الله سبحانه وتعالىٰ. (ص۱۳)

ترجمہ: اہل سنت وجماعت کا اعتقاد تمام صحابہؓ کو وجوبی وحتمی طور پر عادل اور پاک وصاف ماننا ہے، اس طرح کہ ان میں سے ہر ایک کی عدالت ثابت مانی جائے اور طعن سے پرہیز کیا جائے اور جیسے اللہ نے ان کی تعریف کی ہے، اس طرح تعریف کی جائے۔

ملا علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ذهب جمهور العلماء إلى أن الصحابة كلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلي وكذا بعدها.

ترجمہ: جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ تمام صحابہؓ عدول ہیں فتنۂ عہد عثمانی وعلوی کے پہلے بھی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اور بعد بھی۔

خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب کفایہ میں ایک باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے:

باب ما جاء في تعديل الله و رسوله للصحابة.

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول کا صحابہؓ کو عدول قرار دینے کا باب۔

اس کے ماتحت فرماتے ہیں:

عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعديل الله لهم وإخباره عن طهارتهم واختياره لهم.

ترجمہ: صحابہؓ کی عدالت محقق و معلوم ہے اللہ کے عادل قرار دینے سے ان کو اور ان کی پاکیزگی کی خبر دینے سے اور ان کو اپنے لیے چن لینے کی وجہ سے۔

اس کے بعد چند آیات واحادیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

وجميع ذلك يقتضي القطع بتعديلهم ولا يحتاج أحد منهم مع تعديل الله له إلى تعديل أحد من الخلق، على أنه لو لم يرد من الله ورسوله فيهم شيء مما ذكرنا لأوجبت الحال التى كانوا عليها من الهجرة والجهاد ونصرة الإسلام وبذل المهج والأموال وقتل الآباء والأبناء والمناصحة في الدين وقوة الإيمان واليقين القطع على تعديلهم والاعتقاد لنزاهتهم وأنهم كافة أفضل من جميع الخالفين بعدهم والمعدلين الذين يجيئون من بعدهم، هذا مذهب كافة العلماء و من يعتمد قوله... ثم روىٰ بسنده إلى أبي زرعة الرازي قال إذا رأيت الرجل ينقص أحدًا من أصحاب رسول الله ﷺ فأعلم أنه زنديق. (ص ٤٦ تا ٤٩)

ترجمہ: اور یہ تمام دلائل مقتضی ہیں صحابہ کو قطعی طور پر عادل قرار دینے کو، ان میں سے کوئی اللہ کی تعدیل کے بعد کسی دوسرے کی تعدیل کا محتاج نہیں ہے، اس کے علاوہ اگر بالفرض اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان کے حق میں کچھ بھی وارد نہ ہوا ہوتا جب بھی ہجرت، جہاد، نصرۃ اسلام، جان و مال سے دریغ نہ کرنا، باپ اور بیٹوں کو اللہ کی راہ میں قتل کرانا، دین میں خیر خواہی، قوت ایمان و یقین جس کے ساتھ وہ متصف تھے، یہی ان کے قطعی طور پر عادل قرار دینے اور ان کی برارت و پاکی کے اعتقاد کو کافی ہے اور یہ کہ وہ سب کے سب اپنے بعد کے سب لوگوں سے اور ان معدلین سے جو بعد میں آئیں گے ان سے افضل ہیں، یہی تمام علماء کا مذہب ہے اور جن کا قول قابل اعتماد ہے، پھر اپنی سند سے ابوزرعہ رازیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ کسی صحابی کی تنقیص کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق (بے دین) ہے۔

صحابہؓ کا مقامِ بلند

از: حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

اسلام محض چند اصول ونظریات اور علوم وافکار کا مجموعہ نہیں؛ بلکہ وہ اپنے جلو میں ایک نظام عمل لے کر چلتا ہے، وہ جہاں زندگی کے ہر شعبے میں اصول وقواعد پیش کرتا ہے وہاں ایک ایک جزئیہ کی عملی تشکیل بھی کرتا ہے؛ اس لیے یہ ضروری تھا کہ شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کی علمی وعملی دونوں پہلوؤں سے حفاظت کی جائے اور قیامت تک ایک ایسی جماعت کا سلسلہ قائم رہے جو شریعت مطہرہ کے علم وعمل کی حامل اور امین ہو۔ حق تعالیٰ نے دین محمدی کی دونوں طرح حفاظت فرمائی، علمی بھی اور عملی بھی۔

حفاظت کے ذرائع میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت سرفہرست ہے، ان حضرات نے براہِ راست صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو سمجھا، دین پر عمل کیا اور اپنے بعد آنے والی نسل تک دین کو من وعن پہنچایا، انھوں نے آپ کے زیر تربیت رہ کر اخلاق واعمال کو ٹھیک ٹھیک منشائے خداوندی کے مطابق درست کیا، سیرت وکردار کی پاکیزگی حاصل کی، تمام باطل نظریات سے کنارہ کش ہوکر عقائد حقہ اختیار کیے رضائے الٰہی کے لیے اپنا سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کردیا، ان کے کسی طرزِ عمل میں ذرا خامی نظر آئی تو فوراً حق جل مجدہ نے اس کی اصلاح فرمائی، الغرض حضرات صحابۂ کرامؓ کی جماعت اس پوری کائنات میں وہ خوش قسمت جماعت ہے جن کی تعلیم وتربیت اور تصفیہ وتزکیہ کے لیے سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم ومزکی اور استاد واتالیق مقرر کیا گیا۔ اس انعام خداوندی پر وہ جتنا شکر کریں کم ہے، جتنا فخر کریں بجا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلاَلٍ مُّبِينٍ.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ترجمہ: بخدا بہت بڑا احسان فرمایا اللہ نے مومنین پر کہ بھیجا ان میں ایک عظیم الشان رسول ان ہی میں سے وہ پڑھتا ہے ان کے سامنے اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے، ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور گہری دانائی، بلاشبہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔ (پ ۴، آل عمران: ۱۶۴)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی وعملی میراث اور آسمانی امانت چونکہ ان حضرات کے سپرد کی جارہی تھی؛ اس لیے ضروری تھا یہ حضرات آئندہ نسلوں کے لیے قابل اعتماد ہوں؛ چنانچہ قرآن وحدیث میں جابجا ان کے فضائل مناقب بیان کیے گئے؛ چنانچہ:

(۱) وحی خداوندی نے ان کے تعدیل فرمائی، ان کا تزکیہ کیا، ان کے اخلاق وللّٰہیت کی شہادت دی اور انھیں یہ رتبہ بلند ملا کہ ان کو رسالت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کے عادل گواہوں کی حیثیت سے ساری دنیا کے سامنے پیش کیا۔

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ. (پ ۲۶، الفتح: ۲۹)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور جو ایماندار آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں شفیق ہیں، تم ان کو دیکھو گے رکوع، سجدے میں، وہ چاہتے ہیں صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی۔ ان کی علامت ہے ان کے چہروں میں سجدے کا نشان۔

گویا یہاں محمد رسول اللہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) ایک دعویٰ ہے اور اس کے ثبوت میں حضرات صحابۂ کرامؓ کی سیرت وکردار کو پیش کیا گیا ہے کہ جسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں شک وشبہ ہو، اسے آپؐ کے ساتھیوں کی پاکیزہ زندگی کا ایک نظر مطالعہ کرنے کے بعد خود اپنے ضمیر سے یہ فیصلہ لینا چاہیے کہ جس کے رفقاء اتنے بلند سیرت اور پاکباز ہوں وہ خود صدق وراستی کے کتنے اونچے مقام پر فائز ہوں گے ع

کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

(۲) حضرات صحابہؓ کے ایمان کو ''معیارِ حق'' قرار دیتے ہوئے نہ صرف لوگوں کو اس کا نمونہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی؛ بلکہ ان حضرات کے بارے میں لب کشائی کرنے والوں پر نفاق وسفاہت کی دائمی مہر ثبت کردی گئی۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ

السُّفَهَاءِ وَلَـكِن لَّا يَعْلَمُونَ (البقرة:۱۳)

ترجمہ: اور جب ان (منافقوں) سے کہا جائے ''تم بھی ایسا ہی ایمان لاؤ جیسا دوسرے لوگ (صحابۂ کرام) ایمان لائے ہیں'' تو جواب میں کہتے ہیں ''کیا ہم ان بے وقوفوں جیسا ایمان لائیں''؟ سن رکھو! یہ خود ہی بے قوف ہیں؛ مگر نہیں جانتے۔

(۳) حضرات صحابۂ کرام کو بار بار ''رضی اللّٰه عنهم و رضوا عنه'' (اللہ ان سے راضی ہوا، وہ اللہ سے راضی ہوئے) کی بشارت دی گئی اور امت کے سامنے اسے اتنی شدت وکثرت سے دہرایا گیا کہ صحابۂ کرامؓ کا یہ لقب امت کا تکیۂ کلام بن گیا کسی نبی کا اسم گرامی آپ ''علیہ السلام'' کے بغیر نہیں لے سکتے اور کسی صحابیِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام نامیؓ رضی اللہ عنہ کے بغیر مسلمان کی زبان پر جاری نہیں ہوسکتا۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ظاہر کو دیکھ کر راضی نہیں ہوا، نہ صرف ان کے موجودہ کارناموں کو دیکھ کر ان سے رضامندی کا اظہار کردیا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن اور حال و مستقبل کو دیکھ کر ان سے راضی ہوا ہے، یہ گویا اس بات کی ضمانت ہے کہ آخر دم تک ان سے رضائے الٰہی کے خلاف کچھ صادر نہیں ہوگا۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس سے خدا راضی ہوجائے خدا کے بندوں کو بھی اس سے راضی ہوجانا چاہیے، کسی اور کے بارے میں تو ظن وتخمین ہی سے کہا جاسکتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہے یا نہیں؛ مگر صحابۂ کرامؓ کے بارے میں تو نص قطعی موجود ہے، اس کے باوجود اگر کوئی ان سے راضی نہیں ہوتا؛ بلکہ ان کو بہرصورت ''غلط کار'' ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو گویا اسے اللہ تعالیٰ سے اختلاف ہے۔

اور پھر صرف اتنی بات کو کافی نہیں سمجھا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا؛ بلکہ اسی کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ ان حضرات کی عزت افزائی کی انتہا ہے۔

(۴) حضرات صحابۂ کرامؓ کے مسلک کو ''معیاری راستہ'' قرار دیتے ہوئے اس کی مخالفت کو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے ہم معنی قرار دیا گیا اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو وعید سنائی گئی۔

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيراً (النساء:۱۱۵)

ترجمہ: اور جو شخص مخالفت کرے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی، جب کہ اس کے سامنے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہدایت کھل چکی اور چلے مومنوں کی راہ چھوڑ کر، ہم اسے پھیر دیں گے جس طرف پھرتا ہے اور اسے داخل کریں گے جہنم میں اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے لوٹنے کی۔

آیت میں، المومنین '' کا اولین مصداق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جماعت ہے رضی اللہ عنہم، اس سے واضح ہوتا ہے کہ اتباع نبوی کی صحیح شکل صحابہ کرامؓ کی سیرت کو اسلام کے اعلیٰ معیار پر تسلیم کیا جائے۔

(۵) اور سب سے آخری بات یہ کہ انھیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں آخرت کی ہر عزت سے سرفراز کرنے اور ہر ذلت ورسوائی سے محفوظ رکھنے کا اعلان فرمایا گیا۔

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ (التحریم:۸)

ترجمہ: جس دن رسوانہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مومن ہوئے آپ کے ساتھ، ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔

اس قسم کی بیسیوں نہیں سیکڑوں آیات میں صحابۂ کرامؓ کے فضائل ومناقب مختلف عنوانات سے بیان فرمائے گئے ہیں اور اس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ اگر دین کے سلسلۂ سند کی یہ پہلی کڑی اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ حضرات کی جماعت معاذ اللہ، ناقابلِ اعتماد ثابت ہو، ان کے اخلاق واعمال میں خرابی نکال لی جائے اور ان کے بارے میں یہ فرض کرلیا جائے کہ وہ دین کی علمی وعملی تدبیر نہیں کرسکے تو دین اسلام کا سارا ڈھانچہ ہل جاتا ہے اور خاکم بدہن۔ رسالت محمدیہ مجروح ہوجاتی ہے۔ دنیا کا ایک معروف قاعدہ ہے کہ اگر کسی خبر کو، رد کرنا ہو تو اس کے راویوں کو جرح وقدح کا نشانہ بناؤ، ان کی سیرت وکردار کو ملوث کرو اور ان کی ثقاہت وعدالت کو مشکوک ثابت کرو۔ صحابۂ کرامؓ چوں کہ دین محمدی کے سب سے پہلے راوی ہیں؛ اس لیے چالاک فتنہ پردازوں نے جب دین اسلام کے خلاف سازش کی اور دین سے لوگوں کو بدظن کرنا چاہا تو اس کا سب سے پہلا ہدف صحابۂ کرامؓ تھے؛ چنانچہ تمام فرق باطلہ اپنے نظریاتی اختلاف کے باوجود جماعت صحابہ کو ہدفِ تنقید بنانے میں متفق نظر آتے ہیں، ان کی سیرت وکردار کو داغدار بنانے اور ان کی شخصیت کو نہایت گھناؤنے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی، ان کے اخلاق واعمال پر تنقیدیں کی گئیں، ان پر مال وجاہ کی حرص میں احکام خداوندی سے پہلو تہی کرنے کے الزامات دھرے گئے۔ ان پر خیانت، غصب اور کنبہ پروری اقربا نوازی کی تہمتیں لگائی گئیں اور غلو وانتہا پسندی کی حد ہے کہ جن پاکیزہ

ہستیوں کے ایمان کو حق تعالیٰ نے ''معیار'' قرار دے کر ان جیسا ایمان لانے کی لوگوں کو دعوت تھی۔ آمنوا کما آمن الناس (پ۱، البقرہ ع۲) انہی کے ایمان وکفر کا مسئلہ زیر بحث لایا گیا اور تکفیر وتفسیق تک نوبت پہنچادی گئی جن جاں بازوں نے دین اسلام کو اپنے خون سے سیراب کیا تھا۔ انہی کے بارے میں چیخ چیخ کر کہا جانے لگا کہ وہ اسلام کے اعلیٰ معیار پر قائم نہیں رہے تھے؛ حالانکہ ان مردانِ خدا کے صدق وامانت کی خدا تعالیٰ نے گواہی دی تھی۔

رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيۡهِ فَمِنۡهُم مَّن قَضَى نَحۡبَهُ وَمِنۡهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبۡدِيلاً (الأحزاب:۲۳)

ترجمہ: یہ وہ مرد ہیں جنھوں نے سچ کر دکھایا جو عہد انھوں نے اللہ سے باندھا، بعض نے تو جان عزیز تک اسی راستہ میں دے دی اور بعض (بے چینی سے) اس کے منتظر ہیں اور ان کے عزم واستقلال میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی۔

انہی کے حق میں بتایا جانے لگا کہ وہ صدق وامانت سے موصوف تھے، اخلاص وایمان کی دولت انھیں نصیب تھی، جن مخلصوں نے اپنے بیوی بچوں کو، اپنے گھر بار کو، اپنے عزیز واقارب کو، اپنے دوست احباب کو، اپنی ہر لذت وآسائش کو، اپنے جذبات وخواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا تھا، انہی کو یہ طعنہ دیا گیا کہ وہ محض حرص وہوا کے غلام تھے اور اپنے مفاد کے مقابلے میں خدا اور رسول کے احکام کی انھیں کوئی پروا نہیں تھی۔ لقد جئتم شیئًا اِدًّا.

ظاہر ہے کہ اگر امت کا معدہ ان بے ہودہ نظریات کی مردہ مکھی کو قبول کر لیتا اور ایک بار بھی صحابۂ کرامؓ امت کی عدالت میں مجروح قرار پاتے تو دین کی پوری عمارت گر جاتی قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ایمان اٹھ جاتا اور یہ دین جو قیامت تک رہنے کے لیے آیا تھا ایک قدم آگے نہ چل سکتا؛ مگر یہ سارے فتنے جو بعد میں پیدا ہونے والے تھے۔ علم الٰہی سے اوجھل نہیں تھے؛ اس لیے اس کا اعلان تھا۔

وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكَافِرُونَ. (پ۲۸، آیت۸)

ترجمہ: اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا۔ خواہ کافروں کو یہ ناگوار ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے بار بار مختلف پہلوؤں سے صحابۂ کرامؓ کا تزکیہ فرمایا۔ ان کی توثیق و تعدیل فرمائی اور قیامت تک کے لیے یہ اعلان فرمادیا:

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنۡهُ (المجادلة:۲۲)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے لکھدیا ان کے دل میں ایمان اور مدد دی ان کو اپنی خاص رحمت سے۔

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرامؓ کے بے شمار فضائل بیان فرمائے بالخصوص خلفائے راشدین، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان ذی النورین، حضرت علی مرتضیٰ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے فضائل کی تو انتہا کردی، جس کثرت وشدت اور تواتر وتسلسل کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے فضائل ومناقب ان کے مزایا (خصوصیت اوران کے اندرونی اوصاف وکمالات کو بیان فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے علم میں یہ بات لانا چاہتے تھے کہ انھیں عام افرادامت پر قیاس کرنے کی غلطی نہ کی جائے، ان حضرات کا تعلق چونکہ براہِ راست آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے؛ اس لیے ان کی محبت عین محبت رسول ہے اوران کے حق میں ادنیٰ لب کشائی ناقابل معافی جرم فرمایا:

اللّٰهَ اللّٰهَ فی اصحابی، اللّٰه اللّٰه فیاصحابی لا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم و من ابغضهم فببغضی ابغضهم و من اذاهم فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللّٰه و من اذی اللّٰه فیوشِك ان یأخذَه.

ترجمہ: اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں مکرر کہتا ہوں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں، ان کو میرے بعد ہدف تنقید نہ بنانا؛ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی بناپر اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض رکھنے کی بناپر جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑ لے۔

امت کو اس بات سے بھی آگاہ فرمایا گیا کہ تم میں سے اعلیٰ سے اعلیٰ فرد کی بڑی سے بڑی نیکی ادنیٰ صحابی کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا مقابلہ نہیں کرسکتی؛ اس لیے ان پر زبانِ تشنیع دراز کرنے کا حق امت کے کسی فرد کو حاصل نہیں، ارشاد ہے:

لَا تَسُبُّوا أصحابی فلو أنَّ احدَكم اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا ما بَلَغَ مُدَّ احَدِهم ولا نَصِیْفَهٗ (بخاری، مسلم)

میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کو؛ کیونکہ تمہارا وزن ان کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا پہاڑ کے مقابلہ میں ایک تنکے کا ہوسکتا ہے؛ چنانچہ تم میں سے ایک شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کردے تو ان کے ایک سیر جو کو نہیں پہنچ سکتا اوراس کے عشر عشیر کو۔

مقامِ صحابہ کی نزاکت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ امت کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ ان کی عیب جوئی کرنے والوں کو نہ صرف ملعون ومردود سمجھیں؛ بلکہ یہ برملا اس کا اظہار کریں، فرمایا۔

إذَا رَأیتُمُ الذین یَسُبُّونَ أصحابی فقولوا لعنةُ اللّٰہ علی شَرِّکُم (رواہ الترمذی)

جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے اور انھیں ہدفِ تنقید بناتے ہیں تو ان سے کہو تم میں سے (یعنی صحابہ اور ناقدینِ صحابہ میں سے) جو بُرا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو (ظاہر ہے کہ صحابہ کو بُرا بھلا کہنے والا ہی بدتر ہوگا)۔

یہاں تمام احادیث کا استیعاب مقصود نہیں؛ بلکہ کہنا یہ ہے کہ ان قرآنی ونبوی شہادتوں کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرات صحابہ کرامؓ میں عیب نکالنے کی کوشش کرے تو اس بات سے قطع نظر کہ اس کا یہ طرزِ عمل قرآن کریم کے نصوصِ قطعیہ اور ارشاداتِ نبوت کے انکار کے مترادف ہے، یہ لازم آئے گا کہ حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو فرائض بحیثیت منصبِ نبوت کے عائد کیے تھے اور جن میں اعلیٰ ترین منصب تزکیہ نفوس کا تھا، گویا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرضِ منصبی کی بجا آوری سے قاصر رہے اور صحابۂ کرامؓ کا تزکیہ نہ کرسکے اور یہ قرآن کریم کی صریح تکذیب ہے۔ حق تعالیٰ تو ان کے تزکیہ کی تعریف فرمائے اور ہم انھیں مجروح کرنے میں مصروف رہیں اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تزکیہ سے قاصر رہے تو گویا حق تعالیٰ نے آپ کا انتخاب صحیح نہیں فرمایا تھا۔ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے انتخاب میں قصور نکلا تو اللہ تعالیٰ کا علم غلط ہوا۔ (نعوذُ باللّٰہ مِنَ الغَوَایَةِ والسَّفَاھَة) چنانچہ اہل ہوا کی بڑی جماعت کا دعویٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو "بدا" ہے یعنی اسے بہت سی چیزیں جو پہلے معلوم نہیں تھیں بعد میں معلوم ہوتی ہیں اور اس کا پہلا علم غلط ہوجاتا ہے جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور ہو رسول اور نبی اور ان کے بعد صحابۂ کرامؓ کا ان کے نزدیک کیا درجہ رہے گا؟

الغرض صحابۂ کرامؓ پر تنقید کرنے، ان کی غلطیوں کو اچھالنے اور انھیں موردِ الزام بنانے کا قصہ صرف ان ہی تک محدود نہیں رہتا؛ بلکہ خدا اور رسول، کتاب وسنت اور پورا دین اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے اور دین کی ساری عمارت منہدم ہوجاتی ہے۔ بعید نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں جو اوپر نقل کیا گیا ہے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہو۔

من اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰہ ومن اذی اللّٰہ فیوشِكُ ان یَاخذَہ.

جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑ لے۔

اور یہی وجہ ہے کہ تمام فرق باطلہ کے مقابلہ میں اہل حق کا امتیازی نشان صحابۂ کرامؓ کی عظمت و محبت رہا ہے۔تمام اہل حق نے اپنے عقائد میں اس بات کو اجماعی طور پر شامل کیا ہے کہ

ونَكُفُّ عن ذكرِ الصحابه الا بِخَيرٍ.

اور ہم صحابہؓ کا ذکر بھلائی کے سوا کسی اور طرح کرنے سے زبان بند رکھیں گے۔

گویا اہل حق اور اہل باطل کے درمیان امتیاز کا معیار صحابۂ کرامؓ کا ''ذکر بالخیر'' ہے جو شخص ان حضرات کی غلطیاں چھانٹتا ہو ان کو مورد الزام قرار دیتا ہو اور ان پر سنگین اتہامات کی فرد جرم عائد کرتا ہو وہ اہل حق میں شامل نہیں ہے۔اہل حق کی شان تو یہ ہے کہ اگر ان کے قلم وزبان سے کوئی نامناسب لفظ نکل جائے تو تنبیہ کے بعد فوراً حق کی طرف پلٹ آئیں۔حق تعالیٰ جل ذکرہ ہمیں اور ہمارے تمام مسلمان بھائیوں کو ہر زیغ وضلال سے محفوظ فرمائے اور اتباع حق کی توفیق بخشے۔

ربنا لا تُزِغْ قلوبنا بعد إذْ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وَ على آلهٖ وأصحابه وأتباعهٖ اجمعين. آمين.

❁ ❁ ❁

صحابۂ کرامؓ

عقل وبصیرت کی روشنی میں

از: مولانا قاری عبدالعزیز صاحب شوقی رحمہ اللہ

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پوزیشن عام معمولی انسانوں کی سی نہیں، ان کو ہم بلا مبالغہ صاحب رسالت ونبوت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ۲۳ سالہ شبانہ روز کی جدوجہد کا روشن ترین اور کامیاب ماحصل سمجھتے ہیں۔ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے لیے دلائل وشواہد پیش کرنے کی ضرورت ہو تو ہم بلا ریب اصحابؓ پاک کو پیش کرسکتے ہیں۔

(۱) سوچنے کی بات ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ پیغام اور تعلیم اپنے ربّ سے حاصل کی، اگر انھوں نے اس کو چھپا کر اپنے ہی تک محدود رکھا تو یقین کیجیے کہ اس صورت میں مقصد نبوت پورا نہیں ہوپاتا اور اگر آپؐ نے بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (پہنچادیجیے! جو کچھ بھی آپؐ کے رب کی طرف سے اُتارا جائے) کے حکم کی تعمیل فرماتے ہوئے سب کچھ پہنچادیا؛ لیکن اس پہنچائی چیز پر معدودے چند حضرات کے سوا کوئی کاربند نہیں ہوا گویا کہ باقی سب حضرات (نعوذ باللہ) مُرتد اور منافق ہی تھے، تو اس صورت میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کامیاب نبی نہیں کہا جاسکتا۔

مختلف انبیاء علیہم السلام مختلف قوموں کی طرف بھیجے گئے اُن میں سے بہت سے حضرات ایسے ہیں کہ جن کو کوئی صحابی نہیں کہ اُن پر ایمان کوئی لایا ہی نہیں تھا اور بہت سے پیغمبر ایسے ہیں کہ اُن کے صحابیوں یا حواریوں کی تعداد اس قدر کم ہے کہ اس کو انگلیوں پر شمار کیا جاسکتا ہے۔ ایک صرف موسیٰ علیہ السلام ایسے نبی ہیں جن کے ماننے والوں کی تعداد زیادہ تھی؛ لیکن خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ان ماننے والوں کی حرکات سے زندگی بھر تنگ رہے؛ اس لیے ان کے اصحاب کا شمار بھی بہت کم ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جس طرح خاتم النّبیین اور سید الانبیاء ہونے کا فخر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اسی طرح آپ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ آپ ﷺ اپنے مقصد میں تمام نبیوں سے بڑھ کر کامیاب ہیں، یہ خصوصیت آپ ﷺ ہی کو حاصل ہے کہ آپ نے اپنی مبارک زندگی میں اپنے مشن کو خود پھلتے پھولتے دیکھ لیا۔

آپؐ دُنیا سے رخصت ہوئے تو اس حالت میں کہ آپؐ کے پیغام کو آباد دُنیا کے انتہائی کناروں تک پہنچانے کے لیے پانچ، سات افراد نہیں لاکھوں جاں نثار موجود تھے اور پھر تاریخ کے روشن صفحات شاہد ہیں کہ ان جاں نثاروں نے اپنے نبی کے پیغام کو وہاں تک پہنچا کر دم لیا جہاں تک (اس زمانہ کے مطابق) عقل انسانی تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔ صاحب رسالت اور مقصد رسالت کے ایسے جفا کوش اور مستعد دیوانوں کو صحابیت تو کیا، مومنیت کے مقام سے بھی خارج کردینا اُنھیں لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جو افلاسِ خرد کے اسیر اور نقصانِ فہم کے مریض ہیں۔

(۲) کوئی اُستاد اور معلم بہترین اور کامیاب معلم اُسی وقت کہلاسکتا ہے جب کہ اس کے تلامذہ لائق اور ہونہار بھی ہوں اور اُن کی تعداد بھی کثیر ہو شاگردوں کی لیاقت وقابلیت اکثر وبیشتر اُستاد کی لیاقت وقابلیت کا پَرتو ہوتی ہے۔ اگر اُستاد میں کوئی جوہر نہ ہو تو شاگرد میں کسی کمال کی جھلک کا نمودار ہونا ممکن نہیں ہے۔ نیز کسی اُستاد کے شاگرد کثیر تعداد میں ہیں تو یہ اس کے فیضان کی عمومیت کا نشان ہوگا۔ شاگردوں کی قلت اس بات کی دلیل ہوگی کہ اُستاد کا فیض وسیع نہیں محدود ہے۔ ساتھ ساتھ اس بات کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اُستاد کی قابلیت اور کمال کے ناپنے کا معتبر پیمانہ شاگردوں کے سوا اور کوئی نہیں، جس اُستاد کے شاگرد عام طور پر یا اکثریت کی صورت میں لائق ثابت ہوتے ہوں وہ استاد یقیناً باکمال ہے اور اپنے مشن میں کامیاب ہے؛ لیکن جس کے شاگرد اکثر طور پر نالائق ثابت ہوں ایسے شخص کو باکمال اور کامیاب استادوں کی فہرست میں ہرگز نہیں رکھا جاسکتا۔ جب آپ اسے تسلیم کرتے ہیں تو اب اصل بات کی طرف آیئے۔

انبیاء علیہم السلام بھی اپنے اپنے وقت میں اپنی قوموں اور آبادیوں کے استاد تھے، اللہ نے ان کے ذمہ ضروری قرار دیا تھا کہ وہ لوگوں کو احکامِ الٰہی کی تعلیم دیں۔ سب سے آخری اور سب سے بڑھ کر معلم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صحابۂ کرامؓ آپ کے شاگرد ہیں اور ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ جیسے اکمل ترین معلم کے تمام تلامذہ ہونہار، لائق اور ہدایت یافتہ تھے اور پھر اُن کی تعداد بھی تقریباً سوا لاکھ تھی، جس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کا فیضان عام سے عام تر تھا۔

حاصل یہ کہ صحابۂ کرامؓ کی تعداد کا کثیر ہونا اور اُن کا مشہدی ومہدی ہونا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال معلّمیت اور عمومِ فیضان کی دلیل ہے اور جو شخص آپ کے اس وصف کا منکر ہے وہ رسالت کا منکر ہے۔

اب اُن لوگوں کی بات پر بھی ذرا غور کرلیں جن کو صحابۂ کرامؓ کی دشمنی کا وافر حصہ نصیب ہوا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معلم اکمل ہونے سے تو وہ بھی انکار نہیں کر سکتے؛ لیکن یہ عجیب تماشہ ہے کہ ثبوتِ کمال کی جو صورت ہے اس سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔

کہتے یہ ہیں کہ شاگرد تو آپؐ کے سارے ہی صحابہؓ ہوگئے تھے لیکن آپؐ کے وصال کے بعد سب آپؐ کی تعلیم سے پھر گئے، صرف پانچ سات افراد اصل تعلیم پر باقی رہے۔ ان لوگوں کی سمجھ پر افسوس بھی ہے اور حیرت بھی۔ کیا نبی کی تعلیم بھی کوئی مداری کا جادو ہے کہ جیسے جادوگر کے مرتے ہی اس کا جادو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح نبیؐ کے وصال فرماتے ہی تعلیم نبویؐ کا اثر بھی ختم ہوگیا۔ ایک معمولی دنیا دار استاد تو اپنے خیالات اپنے شاگردوں میں ایسے راسخ کردے کہ اس کے مرنے کے بعد شاگرد اسی ڈگری پر قائم رہیں اور اُستاد کے خیالات کو عملی جامہ پہنچائیں؛ لیکن نبی صرف نبی نہیں؛ بلکہ خاتم النّبیین کے تلامذہ آپؐ کے وصال کے فوراً بعد آپ کا سبق بھلادیں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا آپؐ کی ذاتِ گرامی اس قدر معمولی قوتِ تاثیر سے بھی خالی تھی؟ (استغفراللہ)

پھر تقریباً سوا لاکھ افراد میں سے چند گنے چنے افراد تو لائق شاگرد ثابت ہوں اور باقی سب نالائق۔ کیا دُنیا جہان کی قدیم وجدید تاریخ میں کوئی ایسا ''شاندار'' ریکارڈ دکھایا جاسکتا ہے؟ یا اس ذلت کے الزام کے لیے اللہ کے حبیبؐ کے سوا اِن مہربانوں کو اور کوئی ملا ہی نہیں؟ پھر جس اُستاد کے اس قدر لاکھوں شاگرد ناکارہ ہوں اُن میں چند کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے، ان کے لائق ہونے کی کیا ضمانت ہے؟ ممکن ہے ان لاکھوں کی طرح یہ چند شاگرد بھی امتحان میں فیل ہوں، بہرحال ''معصوم'' نظر والوں کو سوچنا چاہیے کہ استاد وشاگرد اور رسولؐ واصحابؓ میں فرق پیدا کرکے انھوں نے نوبت کہاں تک پہنچائی ہے؟ کہ ایک کی عداوت دُوسرے کے انکار کا باعث بنی جارہی ہے۔ ہاں اگر درپردہ مقصد ہی یہ ہو کہ رسالت کا انکار کردیا جائے (جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے) تو پھر کوئی بحث ہے نہ شکایت۔

(۳) ایک مصلح کا کمال یہ ہے کہ جو لوگ اس کے حلقۂ تربیت میں آجائیں اُن میں اس کی اصلاح کا اثر کامل طور پر موجود ہو، اگر اصلاح کا اثر کسی مصلح کے گرد جمع ہوجانے والوں میں قطعاً نہ پایا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جائے یا اثر موجود تو ہو؛ لیکن دیر پا نہ ہو تو ایسے شخص کو مصلح شاید کہہ لیا جائے؛ لیکن اس کو با کمال مصلح نہیں کہا جاسکتا۔

ہمارا ایمان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کے اکمل ترین مصلح ہیں، قیامت تک اس امت میں اصلاح کے جس قدر بھی سلسلے پائے جائیں گے اُن سب کا مرکز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور جس طرح اللہ رب العزت نے آپ کو تمام دیگر کمالات سے پورے طور پر عنایت فرمایا۔ اب اگر حقائق سے آنکھیں بند کرکے یہ کہہ دیا جائے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شانِ مصلحت کا پَرتو صرف معدودے چند حضرات پر پڑا باقی تمام حضرات محروم ہی رہے یا اس سے متاثر ہی نہیں ہوئے، تو کوئی انصاف والا اگر موجود ہے تو بتائے کہ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلحانہ کمالات کی تعظیم ہے یا تنقیص؟

اس دور میں اگر کوئی آپ کا پیرو واصلاح وتجدید کا جذبہ لے کر اٹھتا ہے اور چند ہی روز میں اپنی مخلصانہ جدوجہد سے لاکھوں انسانوں کی کایا پلٹ کردیتا ہے تو اس کے اثرات بھی برسوں نہیں صدیوں تک فنا نہیں ہوتے اور ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ فیض ہوتا ہے آقائے مدنی کی اطاعت واتباع کا، تو خود سرکارِ مدینہ کے مصلحانہ کمالات کا اثر اور نتیجہ کیا ہونا چاہیے؟ لوگ کہنے کو تو ایک بات منہ سے نکال دیتے ہیں؛ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے اور اس کا اثر کہاں کہاں تک پہنچے گا؟ کسی قدر بھی عمیق نظر سے کام لیا جائے تو یہ بات صاف طور پر واضح ہوجائے گی کہ صحابۂ کرامؓ کی عداوت اور ان کے انکارِ ایمان کے پردہ میں اعتقادِ رسالت کی بنیادیں متزلزل ہیں۔ جس شخص کو رسالت ونبوت پر اعتماد ہو وہ صحابۂ کرامؓ کی عقیدت سے کبھی خالی نہیں ہوسکتا۔

❁ ❁ ❁

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قرآن وسنت کی نظر میں

از: مولانا توحید عالم قاسمی بجنوری
استاذ دارالعلوم دیوبند

خلاصۂ کائنات، فخرِ موجودات، باعثِ کُن فکان، محبوبِ ربِ دوجہاں، سیدِ انس وجن، سرورِ کونین، تاجدارِ عرب وعجم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درس گاہ کے بلاواسطہ اور براہِ راست شاگرد، مسجد نبوی کے تربیت یافتہ، وحی ربانی قرآن مقدس کے اولین مخاطب حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت وہ مقدس وپاکیزہ جماعت ہے جو اپنی بے شمار اور اَن گنت خصوصیات اور فضائل ومناقب میں تمام سابقہ ولاحقہ اقوام واُمم میں بے نظیر اور فقید المثال ہے نہ اولین میں اس برگزیدہ طبقہ کی نظیر ومثال ہے اور نہ آخرین میں کوئی قوم وامت اس جماعت کے ہم رُتبہ ہوسکتی ہے، یہی وہ طبقہ ہے جو زمانۂ جاہلیت (قبل ایمان) میں اگرچہ معاصی اور گناہوں میں مبتلا تھے؛ لیکن ایمان قبول کرنے اور ہدایت خداوندی سے مستفیض ہونے کے بعد رحمان ورحیم اور پروردگارِ عالم سے اتنے قریب ہوگئے کہ مردود شیطان دیکھتے ہی دُم دباکر بھاگ جاتا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا وہ مقدس گروہ قرآن وسنت، مذہب وشریعت اور تہذیب وتمدن کا رنگ قبول کرنے والا اور اپنی تمام تر سابقہ بے ڈھنگی روش اور طور طریقوں کو یکسر چھوڑ کر رحمانی زندگی اور سیرتِ نبوی کی ایسی جیتی جاگتی تصویر بن گیا کہ کہنے والا کہنے پر مجبور ہوگیا کہ

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

اور خود کائنات کا پالن ہاران کی تعریف وتوصیف بیان کرتا ہے، دنیاوی زندگی اور حیاتِ فانی ہی میں اپنی رضامندی اور ان کی مغفرت کا اعلان کرتا ہے۔ اپنے خاص مقامِ رحمت جنت کی بشارت وخوش خبری سُناتا ہے، رشاد باری ہے: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (۱) اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوگیا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اور وہ اللہ سے، دوسرے مقام پر ان کے ہدایت یافتہ اور بامراد ہونے کو یوں بیان فرماتا ہے، اؤلٰئِكَ عَلٰی هُدًی مِنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۲) ایک موقع پر حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کی قبولیت کو اور پھر ان کے ایمان کو معیار اور کسوٹی کا درجہ دیتے ہوئے ارشاد ہے: اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاس (۳) ایمان قبول کرو جیسا کہ لوگوں نے ایمان قبول کیا، اور کبھی حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی ربط و تعلق اور محبت والفت کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (۴) وہ باہم نہایت مہربان اور شفقت کرنے والے ہیں۔ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب تقوی وطہارت میں نہایت مزکّی و مصفّٰی تھے، اسی کو قرآن یوں بیان کرتا ہے: أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۵) وہی ہیں جن کے دلوں کو جانچ لیا ہے اللہ نے ادب کے واسطے۔ ان کے لیے معافی ہے اور ثواب بڑا اور دشمنانِ اسلام اور کفار و مشرکین کے مقابلے میں ان کی مضبوطی اور طاقت کو قرآن کریم ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (۶) زور آور ہیں کافروں پر۔ معصیت و گناہ سے اس گروہ کی نفرت و کراہت کو کلام پاک ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُوْلٰئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ (۷) اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر۔

اور شارحِ قرآن کریم، مبینِ مُرادِ خداوندی، مہبط وحی حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے بھی صادق ومصدوق ارشادات اور فرمودات میں حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب اور ان ذواتِ قدسی صفات کی تعریف وتوصیف خوب خوب بیان فرمائی ہے۔ خلیفۂ ثانی فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أكرموا أصحابي فإنهم خياركم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم الخ (۸) میرے صحابہؓ کا اعزاز واکرام کرو کیوں کہ وہ تم سے بہتر ہیں پھر ان کے بعد والے پھر ان کے بعد والے۔ دوسری روایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تَمَسَ النَّارُ مُسْلِماً رَاٰنِي أو رأى من رانِي (۹) آگ اس شخص کو نہ چھو پائے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے صحابی کو دیکھا ہوگا۔ ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: عن ابن عمر رضى اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا رأيتم الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ (۱۰) جب ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے ساتھیوں کو برا بھلا کہہ رہے ہوں تو یوں کہو کہ اللہ کی لعنت تمہارے شر پر۔ اسی طرح ایک روایت حضرت ابوسعید

خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لا تسبوا اَصُحَابِی فَلَوُ أَنَّ أَحَدَکُمُ اَنُفَقَ مِثُلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمُ وَلاَ نَصِيفَهُ(۱۱) تم لوگ میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو! کیوں کہ (وہ تم سے بہت افضل ہیں) اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کرے گا تب بھی وہ ان کے ایک مُد یا نصف مُد کو نہیں پہنچ پائے گا۔ ایک روایت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ عَن عمران بن حصين قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خَيُرُ اُمَّتِي قَرُنِي ثُمَّ الَّذِيُنَ يَلُوُنَهُمُ ثُمَّ الَّذِيُنَ يَلُوُنَهُمُ الخ(۱۲) میری امت میں سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے لوگ پھر ان کے بعد والے پھر ان کے بعد والے۔

قارئین گرامی قدر! قرآن وسنت سے ثابت ان تمام فضائل ومناقب اور خصوصیات کے باوجود دشمنانِ خدا اسلام اور مسلمانوں سے حسد رکھنے والے بالخصوص یہود ونصاریٰ کو جب اسلام کی ہمہ جہت ترقی اور اہلِ اسلام کا عروج ہضم نہ ہوسکا اور ان شیطان کے چیلوں، خدائی دشمنوں کو سوفی صد یقین تھا کہ اسلام کی صداقت وحقانیت، عالم گیر حیثیت اور غلبہ کے سامنے باطل کے لیے ٹھہرنا ممکن نہیں ہے؛ لہٰذا مذہبِ اسلام اور مسلمانوں میں کم زوری اور ضعف پیدا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے ان میں افتراق وتشتت پیدا کرنا، ان میں غلط فہمیاں پیدا کرکے خلفشار وانتشار پیدا کرنا؛ لہٰذا یہودی شاطروں نے مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کرکے اپنے شیطانی مشن میں کامیابی حاصل کی اور اپنی مسلسل ناکامیوں اور شکستوں کا بدلہ بھی لے لیا کہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تلفیوں، مظلومیت اور محرومیوں کی جھوٹی سچی داستانیں سنا سنا کر مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کیے، مزید کام منافقین نے جھوٹے پروپیگنڈے کا وہ چکر چلایا کہ سادہ دل مسلمان بھی ان کے جال میں پھنس گئے یہیں سے افتراق وانتشار کے دہانے کھل گئے۔

چنانچہ مسلمانوں میں فرقے بننے لگے کوئی فرقہ محبتِ آلِ بیت میں غلو کا مرتکب ہے تو کوئی حضراتِ صحابہ پر زبانِ لعن وطعن دراز کرتا نظر آتا ہے، کوئی حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو غاصب خلافت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل گردانتا ہے کوئی دوسرا حضرت علی کو خارج از اسلام قرار دیتا ہے، اسی طرح ان کے باہمی مشاجرات اور اختلافات کے حوالے سے بھی بہت سے حضرات افراط وتفریط کا شکار ہوجاتے ہیں۔ کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت کو بیان کرتے کرتے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص وتوہین پر اتر آتا ہے العیاذ باللہ، تو مدمقابل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی برا ءت کرتے کرتے یزید بن معاویہ کو صحابہ پر فضیلت دیتا نظر آتا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

العیاذ باللہ۔ وغیرہ وغیرہ جب کہ خود حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تمام کے تمام حسنِ سلوک، باہمی تعاون، خانگی مراسم، نسبی تعلقات اور امور خلافت میں بھرپور ایک دوسرے کے معاون ومددگار تھے۔

لہٰذا مذہب اسلام اور قرآن وسنت کے ماننے والوں کو اس حوالے سے قرآن وسنت ہی کو بڑی مضبوطی سے تھامنے کی ضرورت ہے کہ جو داستانیں اور موضوع روایات قرآن وسنت کے خلاف یا معارض سامنے آئیں ان کو رد کرنا چاہیے اور جو روایات اور واقعات قرآن وسنت کے موافق ہوں ان کو لینا چاہیے، قرآن وسنت سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے جو اوصاف ثابت ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں: (۱) حضراتِ صحابہؓ معصوم تو نہیں ہیں؛ لیکن محفوظ ضرور ہیں، (۲) حضرات صحابہؓ خوفِ خدا اور تقوے والے تھے، (۳) حضرات صحابہؓ قرآن وسنت کو مضبوطی سے تھامنے والے تھے، (۴) حضراتِ صحابہؓ دینی ودنیاوی امور میں امانت دار تھے، خیانت کا تصور بھی گناہ سمجھتے تھے، (۵) حضراتِ صحابہؓ باہم شیروشکر رحماء بینہم کی واضح تصویر تھے، (۶) دنیاوی نفع ونقصان سے قطعِ نظر عدل وانصاف کے خوگر تھے، (۷) حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل واولاد سے حد درجہ محبت والفت کو فلاحِ دارین تصور کرتے تھے، (۷) جان ومال کی پرواہ کیے بغیر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کو اپنا فرضِ منصبی اور نصب العین سمجھتے تھے، (۸) حضرات صحابہؓ کے درمیان آراء کا اختلاف اجتہادی شان وحیثیت کا تھا مخالفت وعداوت کی رسائی ان کے قلوب تک نہ تھی، (۹) حضراتِ صحابہؓ بالاتفاق خلافت کی تقسیم من جانب اللہ تسلیم کرتے تھے۔ اس میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا، (۱۰) حضراتِ صحابہؓ معیارِ حق تھے۔

محترم قارئین! حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مذکور بالا اوصاف قرآن وسنت سے ثابت ہیں، صراحتاً یا دلالۃً۔ قرآن وسنت کا علم رکھنے والا کوئی شخص ان کا انکار نہیں کرسکتا؛ لہٰذا جب بھی جو روایات یا واقعات ان ارواحِ مقدسہ کے حوالے سے سامنے آئیں اگر وہ درج بالا اوصاف سے ہم آہنگ ہوں گی تو تسلیم کی جائیں گی اور اگر ان اوصاف سے متصادم اور مخالف ہوں گی تو وہ دشمنوں کی شاطرانہ چال اور دجل وفریب کا شاخسانہ ہوں گی، پس ان سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شہادتیں ان برگزیدہ شخصیات کے لیے دی ہیں وہ کسی صورت بھی جھوٹی نہیں ہوسکتیں؛ بلکہ یقیناً ان مقابل آنے والے واقعات اور روایات ہی من گھڑت اور جھوٹی ہوں گی۔ خود محبوب کبریا حضرت نبی دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کا احساس کرتے ہوئے فرمایا تھا: عن أبی ھریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال:

سَيَاتِيكُمْ عَنِّي أَحَادِيثُ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا جَاءَكُمْ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِي فَهُوَ مِنِّي وَمَا جَاءَكُمْ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي (۱۳) **عنقریب تمہارے پاس میری جانب منسوب شدہ مختلف روایات پہنچیں گی جو کتاب اللہ اور میری سنت (مشہورہ) کے موافق اور مطابق ہوں تو وہ درست ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے معارض ہوں گی تو وہ صحیح نہیں ہوں گی۔**

اسی اصل کو خلیفہ رابع حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ عَن أبي الطُّفَيْلِؓ عَنْ عَلِيٍ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُ قَالَ: حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ وَدَعُوا مَا يُنْكِرُونَ أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ (۱۴) **معروف مشہور چیزیں بیان کرو اور منکر یعنی مشہور و معروف کے خلاف عوام میں ذکر نہ کرو! کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے۔**

امام ذہبیؒ مذکورہ اصول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: فَقَدْ زَجَرَ الْإِمَامُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُ عَنْ رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ وَحَثَّ عَلَى التَّحْدِيثِ بِالْمَشْهُورِ وَهٰذَا أَصْلٌ كَبِيرٌ فِي الْكَفِّ عَنْ بَثِّ الْأَشْيَاءِ الْوَاهِيَةِ وَالْمُنْكَرَةِ مِنَ الْأَحَادِيثِ فِي الْفَضَائِلِ وَالْعَقَائِدِ وَالرَّقَائِقِ(۱۵)۔

ہمارے امام و مقتدی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں شاذ و منکر روایات کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور مشہور و معروف چیزوں کے بیان کرنے میں رغبت دلائی ہے اور بے سروپا اور بے اصل روایات کے پھیلانے اور تشہیر کرنے سے روکنے کے لیے یہ ایک اہم اصول ہے یہ روایات خواہ عقائد سے تعلق رکھتی ہوں یا فضائل و ترغیبات سے متعلق ہوں۔

❁ ❁ ❁

حواشی

(۱) سورۃ البینہ/ ۸۔
(۲) سورۃ البقرہ/ ۵۔
(۳) سورۃ البقرہ/۱۲۔
(۴) سورۃ الفتح/ ۲۹۔
(۵) سورۃ الحجرات/ ۵۔
(۶) سورۃ الفتح/ ۲۹۔
(۷) سورۃ الحجرات/ ۷۔
(۸) سنن نسائی بحوالہ مشکاۃ المصابیح/ ۵۵۴۔
(۹) سنن ترمذی بحوالہ مشکاۃ المصابیح/ ۵۵۴۔
(۱۰) سنن ترمذی بحوالہ مشکاۃ المصابیح/ ۵۵۴۔
(۱۱) متفق علیہ بحوالہ مشکاۃ المصابیح/ ۵۵۳۔
(۱۲) متفق علیہ بحوالہ مشکاۃ المصابیح/ ۵۵۳۔
(۱۳) الكفايه في علم الرواية للبغدادى/ ۴۳۰۔
(۱۴) تذکرة الحفاظ للذہبی، ج۱،ص:۱۲۔
(۱۵) تذکرة الحفاظ للذہبی، ج۱،ص:۱۲۔

❁ ❁ ❁

[Website: DifaAhleSunnat.com]

سلام بحضور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اِذَا جَآءَكَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلۡ سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ (پ۷ سورۃ الانعام آیت ۵۴)

(ترجمہ) جب تیرے پاس وہ آئیں جو ایمان لائے ہیں ہماری باتوں پر، تو ان پر سلام کہہ دے

از: جناب خان محمد کمترؔ
پپلاں ضلع میانوالی

سیدِ کونین ؐ تیرے جاں نثاروں کو سلام — یعنی گردونِ نبوت کے ستاروں کو سلام

انبیاء کے بعد شہرہ ہے انھیں کے نام کا — جن کی ہمت سے پھلا پھولا چمن اسلام کا

اُن حجازی غازیوں کو شہسواروں کو سلام

جن کی ہیبت سے لرزتے کفر کے ایوان تھے — جن سے لرزاں شام ورُوم وفارس وایران تھا

اُن خلافتِ راشدہ کے تاجداروں کو سلام

جن کا حملہ دشمنوں کو موت کا پیغام تھا — اِس زمیں پر کفر جن سے لرزہ براندام تھا

حق کی خوشنودی کے مخلص خواستگاروں کو سلام

جب کہیں باطل سے ٹکراتے تھے حق کے پاسبان — حق پرستوں کے تماشے دیکھتا تھا آسمان

اُن کی تیغوں کی چمکتی تیز دھاروں کو سلام

ان کی کوشش سے ہمیں قرآن کی دولت ملی — ان کی ہمت سے رسول اللہ کی سنت ملی

اُن رسولِ ہاشمی کے رازداروں کو سلام

ان میں صدیقؓ وعمرؓ کی امتیازی شان ہے — سو گئے اُس گھر میں جس پر خُلد بھی قربان ہے

گنبدِ خضریٰ کی رونق کو بہاروں کو سلام

ہر قدم اُن کا خدا کے حکم کی تعمیل تھی — اُن کے ہر قول وعمل میں دین کی تکمیل تھی

دعوتِ دینِ اِلٰہ کے شاہکاروں کو سلام

دین کی خاطر نہ کمترؔ فکر مال وجان کی — ان صحابہؓ کی محبت جزو ہے ایمان کی

رحمۃ للعالمیں کے پاسداروں کو سلام

اصلاحِ معاشرہ کی کوششیں ناکام اور بےاثر کیوں؟

(اسباب ووجوہات کا جائزہ)

(۲/۲)

از: مفتی توقیر عالم قاسمی
مدرسہ اشرف العلوم بردوان مغربی بنگال

مقرر ضرورتِ وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے خطاب کرے

مقرر اور خطیب کو چاہیے کہ ضرورتِ وقت اور معاشرے میں پھیلی ہوئی خرابی کی طرف نظر رکھتے ہوئے خطاب اور بیان کرے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ ''علما کا ستور العمل'' کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

خطاب میں علما ضرورتِ وقت کا لحاظ رکھیں، جن امور میں لوگ اس زمانے میں مبتلا ہوں، یا جن ضروریات میں فروگذاشت کرتے ہوں، مدارِ بیان اس پر رکھے، دوسرے مضامین اگر ہوں تو بالتبع اور بقلّت ہوں۔ اور یہ ضروری مضامین جمیع ابواب کے ہوں، صرف عقائد ودیانات پر اقتصار نہ کرے، بلکہ معاملات ومعاشرت واخلاق سے بھی مشبع (سیر حاصل) بحث کرے، بلکہ بوجہ متروک ہونے کے یہ ثلاثہ اخیرہ زیادہ اہم ہوگئے ہیں۔ اور وعظ میں بات صاف کہے کہ سننے والوں کو سمجھ میں خوب آجائے۔ مگر خشونت اور اشتعال انگیز طرز سے بچے۔ (اصلاح انقلاب امت: ۲۲/۱)

لہٰذا تقریر میں ایسا طرز اپنانا، اور ایسے مضامین اور قصص وواقعات کا انتخاب کرنا جس سے مقصد محض واہ واہی اور تفریح طبع ہو، عمل سے اس کا تعلق نہ ہو، یا اس میں عبرت ونصیحت کا پہلو بھی نہ ہو، مقصدِ وعظ کے منافی ہے۔

اجلاس کا تیسرا عنصر اور حصہ سامعین

جو حضرات اجلاس اور اصلاحی پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں اور وعظ وتقریر سنتے ہیں، وعظ وتقریر سننے سے ان کی نیت کیا ہو؟۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مجدد ملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

''وعظ ایک روحانی مطب ہے، یعنی باطنی اصلاح کی تدبیروں کا نام وعظ وتقریر ہے، جس سے باطنی امراض کا علاج ہوتا ہے، وعظ سننے والے وعظ سننے سے پہلے اپنی نسبت یہ سمجھ لیں کہ وہ بیماریوں میں مبتلا ہے، وعظ سے ان کا علاج بتایا جارہا ہے، لہٰذا اس کی تدبیریں سن کر حالت درست کرلینے کا عزم کرلیا جائے''۔(اصلاح النساء، ص:۱۲۴)

تقریر سننے سے لوگوں کی غرضیں مختلف ہوتی ہیں: آگے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

(۱) بعض کی غرض محض ادائے رسم ہوتی ہے، جیسے بہت سے کام دن رات ہوتے ہیں ایسے یہ بھی ایک کرلیا۔

(۲) بعض کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وعظ ایک برکت ہے، اس سے برکت حاصل ہوجائے گی۔

(۳) بعض کی نیت یہ ہوتی ہے کہ شریک ہوکر اتنی دیر گناہوں سے بچا رہے گا اور ثواب لکھا جائے گا۔

اول نیت صحیح نہیں ہے، بعد کی دونیتیں دین کی ضرورت ہیں۔(حوالہ سابق)

سیرت طیبہ اور اصلاح معاشرہ کے جلسے میں شرکت کرنے والے سامعین کی نیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص سیرت طیبہ کو صحیح مقصد، صحیح نیت اور صحیح جذبے سے سنتا اور سناتا ہے تو یہ کام بلاشبہ عظیم الشان ثواب کا کام ہے اور باعث خیر وبرکت ہے اور زندگی میں انقلاب لانے کا موجب ہے، لیکن اگر کوئی شخص سیرت طیبہ کو صحیح نیت سے نہیں سنتا اور صحیح نیت سے نہیں سناتا ہے، بلکہ اس کے ذریعے کچھ اور اغراض ومقاصد دل میں چھپے ہوئے ہیں جن کے تحت سیرت طیبہ کے جلسے اور محفلیں منعقد کی جارہی ہیں تو بھائیو! یہ بہت بڑے گھاٹے کا سودا ہے، اس لیے کہ ظاہر میں تو نظر آرہا ہے کہ آپ بہت نیک کام کررہے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ الٹا گناہ کا سبب بن رہا ہے اور اللہ کے عذاب اور عتاب کا سبب بن رہا ہے۔(اصلاحی خطبات:۲/۱۳۵)

وعظ وتقریر سننے کے آداب

صحیح العقیدہ خطیب اور واعظ کی تقریر اور وعظ سننا چاہیے، اس بارے میں بھی بے احتیاطی عام ہوتی جارہی ہے، چناں چہ دیکھا جاتا ہے کہ عوامی دلچسپی کے لیے، سامعین کے مجمع کی کثرت کے لیے، یا جلسہ گاہ میں فراہمیٔ چندہ کی کثرت کے مدنظر ایسے مقرر کو مدعو کیا جاتا ہے جس کے عقائد بھی صحیح نہیں ہوتے ہیں، بلکہ بعض مرتبہ وہ مستند عالم بھی نہیں ہوتا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

’’لوگ ہر قسم کے واعظوں کا وعظ سن لیتے ہیں، اس کے مفاسد ہیں، لہٰذا جب کوئی واعظ جدید آئے، اپنے شہر یا قریب کے کسی عالمِ معتبر سے اس واعظ کی حالت پوچھ لے، اگر وہ اطمینان دلادے تو وعظ سنے، ورنہ نہ سنے؛ کیوں کہ بعض واعظ جاہل ہوتے ہیں اور بعض بد مذہب، اور ان میں بعض اپنے مدعا ذہن میں جمادینے میں ملکہ رکھتے ہیں، اور بعض ایسے چالاک ہوتے ہیں کہ اول اول مخاطبین کے موافق کہتے ہیں، پھر بعد مناسبت وموانست اپنے مسلک کی دعوت شروع کرتے ہیں، بقول مولانا رومیؒ:

زانکہ صیاد آورد بانگ صغیر
تا کہ گیرد مرغ را آں مرغ گیر

شکاری سیٹی کی آواز نکالتا ہے۔ تاکہ وہ پرندہ کو پکڑے۔

اور اگر باوجود احتیاط کے کوئی بات مشتبہ کان میں پڑ جائے تو علماء محققین سے اس کی تحقیق کرلے۔ (اصلاح انقلاب امت: ۳۲/۱، ۳۳)

جلسہ سننے والوں کی نیتیں مختلف ہوتی ہیں

(۱) بعض کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اگر شرکت نہیں کریں گے تو محفل منعقد کرنے والے ہم سے ناراض ہوجائیں گے اور ان کے دل میں شکوہ وشکایت پیدا ہوجائے گی۔ اللہ کو راضی کرنے کی فکر نہیں ہے، محفل منعقد کرنے والوں کو راضی کرنے کی فکر ہے۔

(۲) **مقرر کا جوش دیکھنا مقصود:** کوئی شخص اس لیے جلسے میں شرکت کررہا ہے کہ اس میں فلاں مقرر صاحب تقریر کریں گے، ذرا جاکر دیکھیں گے کہ وہ کیسی تقریر کرتے ہیں، سنا ہے بڑے شاندار اور جوشیلے مقرر ہیں، بڑی دھواں دھار تقریر کرتے ہیں، گویا کہ تقریر کا مزہ لینے کے لیے جارہے ہیں کہ فلاں کیسے گا گا کر شعر پڑھ رہا ہے، کتنے واقعات سناتا ہے۔

(۳) **وقت گزاری کی نیت:** کچھ لوگ اس لیے سیرت النبی کے جلسے میں شرکت کرتے ہیں کہ چلو آج اور کوئی کام نہیں ہے، کسی جلسے میں جاکر بیٹھ جاؤ تو وقت گزر جائے گا، لہٰذا مقصد یہ نہیں ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو حاصل کیا جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ کچھ وقت گزاری کا سامان ہوجائے، حالاں کہ نیت یہ ہونی چاہیے کہ میں سیرت النبی کو سن کر عمل پیرا ہوں گا۔

جلسے میں مرد وعورت کا مخلوط اجتماع

سیرت طیبہ کے نام پر منعقد ہونے والی محفلوں میں عین محفل کے دوران ہم ایسے کام کرتے ہیں

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے قطعی خلاف ہیں، سرکارِ دوعالم کا نام لیا جارہا ہے، آپ کی تعلیمات اور سنتوں کا ذکر کیا جارہا ہے، لیکن عملاً ہم ان تعلیمات کا، ان سنتوں اور ہدایات کا مذاق اڑا رہے ہیں، جیسے عورتیں اور مرد مخلوط اجتماع میں شریک ہوتے ہیں، پوری آرائش وزیبائش کے ساتھ سج دھج کر، بے پردہ ہوکر خواتین شریک ہورہی ہیں، اور جلسہ گاہ کے آس پاس بے محابا ادھر ادھر پھرتی رہتی ہیں اور مرد بھی ساتھ ہوتے ہیں۔

سیرت کے جلسے میں نمازیں قضا

سیرت طیبہ کے جلسے کے انتظامات ہورہے ہیں اور ان اجتماعات میں نمازیں قضا ہورہی ہیں اور غضب بالائے غضب یہ ہے کہ آج کے دور میں کثرت سے یہ دیکھا جارہا ہے کہ عام طور پر جن اجلاس کے منتظمین عوام الناس اور نوجوانان ہوتے ہیں اور اصلاح معاشرہ کا جلسہ کرانے کے لیے رات دن ایک کرکے انتھک محنت اور کوشش کرتے ہیں، ان میں سے اکثر کی زندگی میں نہ دین ہے، نہ دین داری، نہ نماز، ایک وقت کی نماز تک نہیں پڑھتے، (الامان والحفیظ) ایسے جلسے سے کیا فائدہ مرتب ہوگا اور اس سے معاشرے میں کیا سدھار آئے گا، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''جس شخص کی ایک عصر کی نماز فوت ہوگئی اس کے تمام مال اور تمام اہل وعیال لوٹ لیے گئے۔ اتنا عظیم نقصان ہے اور اور جلسے کے انتظامات میں نمازیں فوت ہورہی ہیں۔

ہمارے علاقے میں ایک عام چلن اور رواج یہ بھی ہے کہ رات کے دو دو، تین تین، چار چار، بجے تک جلسے کا پروگرام چلتا رہتا ہے، اس کے بعد فجر کی نماز غائب ہورہی ہے، کیا جلسہ سن کر نماز معاف ہوجائے گی؟۔ نعوذ باللہ

حقیقت یہ ہے کہ آج جلسہ ایک نمائش اور رسم بن کر رہ گیا ہے، اسی وجہ سے جلسہ سننے والے ایسی تقریریں سننا پسند کرتے ہیں جن کا تعلق عمل سے نہ ہو اور جو عجائب وغرائب اور قصے اور کہانیوں پر مشتمل ہوں۔ اور ان میں تفریح طبع کا سامان زیادہ ہو، اسی لیے شعراء کے کلام اور اشعار کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے، چناں چہ بعض مرتبہ جلسہ کے پورے پروگرام کو ہی محفلِ مشاعرہ میں تبدیل کردیا جاتا ہے۔

لہٰذا آج ہزاروں تقریریں سن لیں اور ہزاروں محفلوں میں شرکت کرلیں، زندگی جیسی پہلے تھی ویسی آج بھی ہے، جس طرح پہلے ہمارے دلوں میں گناہوں کا شوق اور گناہوں کی رغبت تھی، وہ آج بھی موجود ہے، جلسہ سننے سے پہلے بھی بے نمازی تھے اور بعد میں بھی بے نمازی ہیں، ان حالات میں کوئی تبدیلی اور فرق نہیں آیا۔

قرآن نافع ہے، پھر نفع کیوں نہیں ہوتا؟

اخیر میں مجدد ملت حضرت تھانویؒ کی بات پر مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔ حضرت والا فرماتے ہیں:
بلاشبہ قرآن نافع ہے، نصیحت ہے، لیکن اس کے لیے کچھ شرائط ہیں، جن کو اس آیت میں بیان کیا گیاہے: "إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ"۔ (سورۂ ق:۳۷)
یعنی اس میں نصیحت ہے اس شخص کے لیے جس کے اندر دل ہے، یا لگائے کان دل لگا کر۔

یعنی ان عبرت ناک واقعات میں غور وفکر کرکے وہی لوگ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جن کے سینے میں سمجھنے والا دل ہو کہ از خود ایک بات کو سمجھ لیں، یا کم از کم کسی سمجھانے والے کے کہنے پر دل کو حاضر کرکے کان دھریں؛ کیوں کہ یہ بھی ایک درجہ ہے کہ آدمی خود متنبہ نہ ہو تو دوسرے کے متنبہ کرنے پر ہوشیار ہو جائے۔ (تفسیر عثمانی)

اور یہ آیت: إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ"۔ (الرعد:۱۹) یعنی بلاشبہ عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

اور اس جیسی آیتیں۔

یعنی جو شخص سوچے، یاد رکھے، خیال کرے، قصد کرے، ہمت بھی کرے تو اس کو نفع ہوگا، مگر ہماری حالت یہ ہے کہ نہ سوچتے ہیں، نہ یاد رکھتے ہیں، نہ خیال کرتے ہیں، نہ قصد، نہ ہمت، نہ عمل، تو نفع نہیں ہوتا۔ (اصلاح النساء: ص:۱۲۶، ۱۲۷)

اللہ تعالیٰ زندگی کے ہر چھوٹے بڑے عمل میں اخلاص عطا فرمائے۔ آمین

❁ ❁ ❁

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اسلام میں کردار سازی کی اہمیت وضرورت

از: مولانا اسرارالحق قاسمی

گزشتہ دوتین صدیوں سے عالمی پیمانے پر اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ کو مسخ کرنے کی جو مہم چل رہی ہے، اس میں روز بروز تیزی ہی آتی جارہی ہے۔ پہلے ایک جھوٹ یہ پھیلایا گیا کہ اسلام ایک انتہا پسند مذہب ہے اور اسے ماننے والے سارے کے سارے مسلمان انتہا پسند ہیں، دہشت گردی کا ہوا کھڑا کیا گیا اور اس میں بھی مسلمانوں کو ہی ملوث کیا گیا۔ رفتہ رفتہ ایسا ماحول بن گیا کہ دنیا بھر میں جہاں کہیں کوئی قتل وغارت گری کا واقعہ رونما ہو لوگوں کا ذہن فوراً کسی مسلمان کی طرف جاتا ہے اور عام طور پر نام نہاد تحقیقات کے نتائج بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ پھر اس دہشت گردی کو خود مسلمان ملکوں پر تھوپ دیا گیا؛ چنانچہ اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ محض گزشتہ دس سال کے اندر خلیج کا نقشہ کچھ سے کچھ ہوگیا ہے، افریقی عربی ملک تہہ وبالا ہوچکے ہیں، اربوں کا مالی اور کھربوں کا جانی نقصان ہوچکا ہے اور عام انسانی زندگی ہر لمحہ خطرات سے دوچار ہے؛ حالاں کہ انتہا پسندی یا دہشت گردی کا مسلمانوں پر الزام خالص جھوٹ اور عالمی استعمار کی سازشوں کا حصہ تھا؛ مگر اسے اتنی بار دہرایا گیا کہ ساری دنیا نے اس بات کو حقیقت کی طرح مان لیا؛ جب کہ اس وقت خود مسلمان اس دہشت گردی کے سب سے زیادہ شکار ہیں۔

دوسری طرف دنیا میں ایک بڑا طبقہ ایسا بھی پایا جاتا ہے، جو مسلمانوں کو اخلاقی طور پر پسماندہ سمجھتا ہے۔ گویا ان کی نظر میں مسلمان بداخلاق ہیں، وہ لوگوں کے ساتھ صحیح برتاؤ نہیں کرتے، وہ جھوٹ بولتے ہیں، وعدہ خلافی کرتے ہیں، آپس میں لڑتے ہیں اور وہ جرائم میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے بارے میں متعدد سوسائٹیوں میں یہ رائے بھی پائی جاتی ہے کہ وہ صفائی ستھرائی کا خیال نہیں رکھتے اور گندے رہتے ہیں، ان کی بستیوں میں غلاظت پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے مسلکی تنازعات اور باہمی اختلافات کو بھی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے بہت

سے لوگ یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ مسلمان اپنی جہالت اور غیر مہذب ہونے کی وجہ سے باہم دست وگریباں رہتے ہیں اور ان کا معاشرہ آپسی جھگڑوں اور خانہ جنگیوں سے عبارت ہے۔ اس طرح کی باتیں بنا کر مسلمانوں کی شبیہ کو منفی انداز میں پیش کرنے کا عمل برابر جاری ہے، جس کا نقصان مسلمانوں کو ہر سطح پر اٹھانا پڑ رہا ہے اور اگر یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو انھیں مزید مسائل کا سامنا کرپڑسکتا ہے۔

یہاں دو باتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ تمام الزامات جو مسلمانوں کے خلاف لگائے جارہے ہیں، صدفی صد درست نہیں؛ بلکہ بعض الزامات تو محض مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ ہیں۔ جیسے کہ مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کا الزام؛ کیونکہ مسلمان جس دین کی پیروی کرتے ہیں، وہ امن کا داعی ہے اور نہ صرف امن وامان کی تعلیم دیتا ہے؛ بلکہ امن کے قیام کے لیے ایک جامع وموثر نظام بھی پیش کرتا ہے۔ اسلام کا امن پر مبنی یہ نظام اس قدر مستحکم اور موثر ہے کہ اگر اس کو آج کی دنیا میں جب کہ ہر طرف خوف وہراس اور بدامنی پائی جاتی ہے، نافذ کردیا جائے تو پوری دنیا میں امن کی ہوائیں چلنے لگیں گی۔ ظاہر سی بات ہے کہ جو دین خود امن کا علمبردار اور دہشت گردی کا مخالف ہو، اس کے ماننے والے کیسے دہشت گرد ہوسکتے ہیں؟ اس تناظر میں مسلمانوں کو بحیثیت قوم دہشت گرد کہنا کھلی بددیانتی اور زیادتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ اقوام وملل جو تمام مسلمانوں پر بداخلاقی، تاریک خیالی، بدعنوانی، جرائم اور انسانی قدروں کی پامالی کا الزام لگاتی ہیں وہ خود اپنا محاسبہ کریں کہ وہ جرائم میں ملوث ہیں یا نہیں، بدعنوانی، چوری، ڈکیتی، قتل وغارت گری، کذب گوئی، بداخلاقی اور انسانیت کی پامالی ان میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ جس بڑے پیمانہ پر آج خود کو مہذب کہنے والی قومیں بدعنوانی کی مرتکب ثابت ہیں اور انسانیت کا گلا گھونٹ رہی ہیں، انھوں نے دنیا کو نت نئے مسائل سے دوچار کردیا ہے اور تباہی کے دہانے پر کھڑا کردیا ہے۔ ان اقوام کو چاہیے کہ وہ بے حیائی، فحاشی، زناکاری، ناانصافی، فریب دہی اور اپنے مفاد کے لیے دنیا پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے سے باز آئیں؛ تاکہ دنیا تباہی سے بچ سکے۔

البتہ ہمیں اس حقیقت کو ایک حد تک تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسلم معاشرے میں اخلاقی اعتبار سے بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ بحیثیت مذہب کے اسلام نے تو پوری انسانی زندگی کا ایک نظام ہمیں دیا ہے؛ مگر اس نظام پر عمل کتنا کیا جارہا ہے، یہ قابلِ غور ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ سچ بولو، وعدہ پورا کرو، عہد شکنی نہ کرو، باہم مت جھگڑو، بھائی بھائی بن کر رہو، کسی کا دل مت دکھاؤ، جو لوگ ضرورت مند ہیں ان

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کی ضرورتوں کو پورا کرو، انصاف قائم کرو، کسی پر زیادتی مت کرو، حقوق کو پورا کرو، عورتوں کے حقوق کو بھی، پڑوسیوں کے حقوق کو بھی، محلّہ والوں کے حقوق کو بھی، مسلمانوں کے حقوق کو بھی اور غیر مسلموں کے حقوق کو بھی۔ کسی کا قتل مت کرو، چوری نہ کرو، زنا کے قریب بھی مت جاؤ، بے حیائی سے دور بھاگو، حلال رزق کھاؤ، اخوت ومساوات کا مظاہرہ کرو، اپنے بچوں کی اچھی طرح تربیت کرو، امانت ودیانت داری کو اور ظاہری وباطنی صفائی کو اپنا شعار بناؤ، دنیا اور آخرت دونوں جہان میں کامیاب ہونے کی فکر ودعا کرو؛ مگر آج ایسے مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہے؛ بلکہ ایسے ہی لوگ زیادہ ہیں جن کی زندگیوں میں اسلام نظر نہیں آتا، بہت سے لوگ ہمیں ایسے دکھائی دیتے ہیں، جو بدعنوانی اور جرائم میں بھی ملوث ہیں، بہت سے ایسے بھی دکھائی دیتے ہیں کہ جن کے اخلاق بہتر نہیں، ایسے افراد کی بھی کمی نہیں جو کذب گوئی، وعدہ خلافی اور عہد شکنی میں آگے آگے رہتے ہیں، ناانصافی، عدم مساوات، اونچ نیچ کا فرق، باہمی تنازعات اور بدکرداری بھی ہمیں مسلمانوں میں خوب نظر آتی ہے اور مسلم معاشرہ میں بعض ایسی چیزیں صاف دکھائی دیتی ہیں جو اسلام کے منافی ہیں اور انسانیت کے بھی۔ بھلے ہی یہ ساری باتیں دیکھنے میں کتنی ہی چھوٹی نظر آئیں؛ مگر وہ حقیقت کے اعتبار سے کافی بڑی ہیں اور اسلام ومسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کا سامان فراہم کررہی ہیں؛ اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم اپنی عملی زندگی میں اسلامی تعلیمات کو نافذ کریں اور اپنے انفرادی واجتماعی کردار کو بہتر وبلند کرنے کے لیے ان تمام اصولوں پر عمل کریں، جن کی طرف قرآن وسنت میں ہدایت کی گئی ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قرن اول میں حیرت انگیز تیزی کے ساتھ اسلام کے دنیا کے ایک بڑے حصے میں پھیلنے کی ایک بڑی وجہ اس زمانے کے مسلمانوں کا پختہ اور مثالی کردار واخلاق بھی تھا، بڑے سے بڑا دشمن ان کے کردار کو دیکھ کر دوست بن جاتا تھا اور کٹر مشرک اور کافر بھی کلمہ پڑھ کر دامنِ اسلام سے وابستہ ہوجاتا تھا۔ افسوس کہ آج ہمارے اخلاق وکردار کو دیکھ کر دوسرے مذہب کے لوگ متاثر ہونے کے بجائے بدظن ہوتے ہیں اور وہ ہماری بدعملیوں کا رشتہ سیدھے اسلام سے جوڑتے ہیں؛ حالاں کہ اسلام کی تعلیمات تو آج بھی اپنی جگہ مبنی برصداقت ہیں اور ان کی بنیاد خالص خدائے تعالیٰ کی وحی اور انسانیت کے عالمگیر جذبے پر قائم ہے، بس ضرورت یہ ہے کہ جس طرح قرن اول کے مسلمانوں نے انھیں اپنا کر دین کی سربلندی ومقبولیت کا پرچم لہرایا تھا اسی طرح اگر آج کے مسلمان بھی ان تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں اتارلیں تو نہ صرف یہ کہ اسلام کے تئیں لوگوں کی بدگمانی دور ہوجائے گی؛ بلکہ وہی لوگ اسلام کے قریب آنا چاہیں گے، جو آج اس سے وحشت زدہ ہیں۔

مسائل وفتاویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں:

(۱) شریعت کے اندر سلام، مصافحہ اور معانقہ کا حکم، وقت اور طریقے کیا ہیں؟

(۲) عید کی نماز کے بعد اگر آپس میں سلام، مصافحہ اور معانقہ کرے اور اس کو ضروری یا لازم نہ سمجھے تو اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

(۳) کچھ لوگ گھر سے باہر رہتے ہیں، ان سے عیدگاہ میں ملاقات ہوتی ہے، تو ان سے مصافحہ اور معانقہ کرنا درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی:
محمد لقمان قاسمی عفی عنہ
کتب خانہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون مُلْهِمِ الصواب: سلام کرنا سنت ہے ملاقات کے وقت اور مصافحہ، سلام کا تکملہ ہے، لہٰذا یہ مسنون ومستحب ہے، سلام مسنون یہ ہے کہ کہا جائے ''السلام علیکم'' اور ورحمۃ اللہ کا اضافہ ہو تو بہتر ہے اور اس سے بھی افضل یہ ہے کہ اس طرح سلام کیا جائے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور مصافحہ میں سنت دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا ہے، صحابہ، تابعین اور مشائخ عظام سے یہی طریقہ منقول ہے والسنة أن تکون بکلتا یدیه (شامی) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: علّمنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم. وکَفِّي بَیْنَ کَفَّیْهِ التشهد کما یعلّمنی السورة من القرآن. یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد ایسے سکھایا جیسے قرآن کی سورت سکھایا کرتے تھے اور اس وقت میرا ہاتھ آپ ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھا (بخاری) اگر کسی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

سے غایت درجہ کی معرفت ہو یا طویل فصل کے بعد ملاقات ہوئی ہو تو ایسے مواقع پر جوش محبت وفرط مسرت میں معانقہ کرنا بھی ثابت ومشروع ہے، معانقہ یعنی گلے ملنا ایک مرتبہ میں ایک بار اور ایک ہی جانب ہونا چاہیے، بار بار یا تین مرتبہ ملنے کو ضروری سمجھنا جہالت یا رسم ہے، اس سے بچنا چاہیے۔ معانقہ دائیں جانب کرنا چاہیے یا بائیں جانب، اجازت دونوں طرف میں ہر طرف کی ہے؛ لیکن بائیں جانب راجح ہے؛ کیوں کہ ادھر دل ہے جو مرکزِ محبت ہے اور معانقہ جوشِ محبت کی وجہ سے ہی مشروع ہے تو دل سے دل مل جائیں، اس سے محبت بڑھے گی۔ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں:....اس بارے میں کوئی صراحت نظر سے نہیں گزری، عام اصول کے مطابق تو تیامن (دائیں) کو ترجیح معلوم ہوتی ہے؛ مگر معانقہ کا منشا، چونکہ ہیجان المحبۃ ہے جس کا محل قلب ہے اور صورت تیاسر (داہنی طرف سے معانقہ کرنا) میں جانبین کے قلوب باہم زیادہ قریب ہوتے ہیں اس لیے تیاسر راجح ہے...(احسن الفتاویٰ ۴۱۱/۸)

(۳،۲) عید کی نماز کے بعد مصافحہ اور معانقہ کا بعض علاقوں میں رواج ہے گو کہ لوگ اعتقاداً اس کو ضروری نہ سمجھیں؛ لیکن عملاً اس کا التزام کرتے ہیں بایں طور کہ نماز سے پہلے ملاقات ہونے پر کوئی مصافحہ یا معانقہ نہیں کرتے، لوگ گھنٹوں پہلے مسجد یا عیدگاہ میں آکر بیٹھے ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو دیکھتے اور باتیں بھی کرتے ہیں اور نماز کے اختتام پر اچانک گلے ملنا شروع کردیتے ہیں، یہ التزام وتخصیص درست نہیں۔ حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں: قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہیئت اور کیفیت معین فرمادی ہے اس میں تغیر وتبدل جائز نہیں اور مصافحہ چونکہ سنت ہے؛ اس لیے عبادات میں سے ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ اس میں ہیئت وکیفیت منقولہ سے تجاوز جائز نہ ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف پہلی ملاقات کے وقت بالاجماع یا رخصت کے وقت بھی علی الاختلاف منقول ہے، بس اب اس کے لیے ان دو وقتوں کے سوا اور کوئی موقع ومحل تجویز کرنا تغیر عبادت ہے جو ممنوع ہے، لہٰذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نماز پنج گانہ مکروہ وبدعت ہے۔'' (امداد الفتاویٰ) جو لوگ گھر سے باہر رہتے ہیں اگر ان سے عیدگاہ میں ہی عید کی نماز کے بعد ملاقات ہوئی ہے تو ان سے مصافحہ ومعانقہ میں حرج نہیں۔ فقط واللہ أعلم.

وقار علی غفرلہ

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

۱۴۳۹/۱۱/۲۴ھ

الجواب صحیح:

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ، محمود حسن بلندشہری غفرلہ

مفتیانِ دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:
مسئلہ یہ ہے کہ سُو اُستھِکی 卐 یا اُومُ (ॐ) یا اسی طرح جے ماتا دی وغیرہ جو کہ غیر مسلموں کا پہناوا ہے، مسلمان لڑکیاں مزدوری کے طور پر موتیوں کے ہار یا پٹیوں میں بناتی ہیں تو کیا یہ بنانا یا اس کی کمائی جائز ہے یا ناجائز؟

قرآن وحدیث کے روشنی میں مفصل جواب مرحمت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی:
قاری محمد آصف شاملی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون مُلْهِمِ الصواب: مسلم لڑکیوں کو چاہیے کہ موتیوں کے ہار یا پٹیوں پر ہندوانہ علامات بنانے سے احتراز کریں شرعاً اس کام کی کمائی جائز نہیں۔

فقط واللّٰہ أعلم.

وقار علی غفرلہ
دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند
۱۴۳۹/۱۱/۷ھ

الجواب صحیح:
حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ، محمود حسن بلند شہری غفرلہ
مفتیانِ دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

====================

[Website: DifaAhleSunnat.com]

احوال وکوائف

از: مولانا محمداللہ قاسمی
شعبۂ انٹرنیٹ، دارالعلوم دیوبند

مجلس شوریٰ صفر ۱۴۴۰ھ کا اجلاس

دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوری کا دو روزہ اجلاس ۱۴-۱۵/اکتوبر ۲۰۱۸ء مطابق ۴-۵/صفر ۱۴۴۰ھ کو دارالعلوم کے مہمان خانہ میں منعقد ہوا۔ ۴/صفر کی صبح کو حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب فاروقی کی تلاوت کلام پاک سے مجلس شوریٰ کے اجلاس کا آغاز ہوا جب کہ صدرات حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خان پوری زیدمجدہٗ نے فرمائی۔ اجلاس کی کل پانچ نشستیں منعقد ہوئیں اور ۶/صفر کو بعد نماز عشاء اجلاس کی آخری نشست اختتام پذیر ہوئی۔

اجلاس میں جملہ شعبہ جات کی سالانہ کارکردگی کی رپورٹیں پیش کی گئیں جن پر مجلس شوریٰ نے اطمینان کا اظہار کیا اور ضروری ہدایات دیں۔ مجلس میں سالانہ بجٹ اور نظم ونسق سے متعلق اہم تجاویز کی منظوری دی گئی۔ علاوہ ازیں سابقہ مجلس کی کارروائی کی خواندگی وتوثیق بھی عمل میں آئی۔

اجلاس میں نئے سال کی مجلس عاملہ کے اراکین کا انتخاب بھی عمل میں آیا اور مستقل اراکین (مہتمم اور صدرالمدرسین) کے علاوہ حضرت مولانا بدرالدین اجمل صاحب قاسمی، حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب فاروقی، حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب مالیگاؤں، حضرت مولانا محمد ابراہیم ملک صاحب، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کشمیری، حضرت مولانا انوارالرحمٰن صاحب بجنوری، حضرت مولانا محمود حسن صاحب راجستھانی کو مجلس عاملہ کا رکن نامزد کیا گیا۔

اجلاس میں ادارے کا سالانہ تخمینی بجٹ پیش کیا گیا اور سال رواں کے لیے اتفاقِ رائے سے

35,00,00,000 (پینتیس کروڑ) روپئے کے بجٹ کی منظوری دی گئی۔اس موقع پر اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں میں معمول کے سالانہ پانچ فیصد اضافہ کے ساتھ قابل قدر اضافہ پر غور وخوض کیا گیا اور طے پایا کہ اساتذہ و ملازمین کی مجموعی یافت پر بالترتیب چار ہزار اور تین ہزار روپئے اور اجیروں کی یافت میں دوہزار روپئے کا بالمقطع اضافہ کیا جائے۔

اس موقع پر شیخ الہند اکیڈمی اور شعبۂ تنظیم وترقی کے لیے نظماء کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔مولانا محمد راشد صاحب مظفرنگری مبلغ دارالعلوم کو شعبۂ تنظیم وترقی کا ناظم مقرر کیا گیا جب کہ مولانا عمران اللہ صاحب استاذ دارالعلوم کو شیخ الہند اکیڈمی کا ناظم مقرر کیا گیا اور مولانا محمد سلیمان صاحب سہارن پوری کا نائب ناظم کے طور پر تقرر عمل میں آیا۔

علاوہ ازیں، مجلس شوری نے جی ٹی روڈ کے بالمقابل پہلے سے منظورشدہ جدید مسجد کی تعمیر اور باقی ماندہ زیرتکمیل عمارات بالخصوص دارجدید کی تعمیرات جلد مکمل کرنے کی ہدایت کی۔ نیز عیدگاہ کے قریب نوتعمیرشدہ دارالمدرسین کی عمارت میں بقیہ کام کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور دارالعلوم کے حوالہ کرنے کی تاکید کی۔ مطبخ کا نظام بہتر بنانے کے لیے مجلس نے اراکین شوریٰ حضرت مولانا انوارالرحمٰن صاحب بجنوری اور حضرت مولانا محمود حسن صاحب راجستھانی پر مشتمل ایک کمیٹی بھی تشکیل دی۔ طلبۂ عزیز کے حفظان صحت اور سہولت کے لیے موجودہ ''عظمت ہسپتال'' کی توسیع کا فیصلہ کیا گیا اور مستقل طور پر بیس بیڈ کا نیا اسپتال تعمیر کرنے کی تجویز منظور کی گئی۔

مجلس شوری کے دوروزہ اجلاس میں شریک ہونے والے اراکین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی، مہتمم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری، صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا بدرالدین اجمل صاحب قاسمی، آسام

حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب فاروقی لکھنؤ

حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب، مالیگاؤں، مہاراشٹر

حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب مظفرپور

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خان پوری، ڈابھیل، گجرات

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب، بانڈی پورہ، کشمیر

[Website: DifaAhleSunnat.com]

حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب، علی گڑھ

حضرت مولانا انوارالرحمٰن صاحب، بجنور، یوپی

حضرت مولانا اسرارالحق قاسمی، کشن گنج، بہار

حضرت مولانا محمود حسن صاحب، کھیروا ضلع سیکر، راجستھان

حضرت مولانا عبدالصمد صاحب، کالیکاپور ضلع ۲۴ر پرگنہ، مغربی بنگال

حضرت مولانا نظام الدین صاحب خاموش چھاپی، گجرات

حضرت مولانا سید انظر حسین میاں صاحب، دیوبند

جب کہ دیگر اراکین (حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب کان پور، حضرت مولانا سید رابع حسنی صاحب ندوی، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مدراسی، حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب سہارن پور اور حضرت مولانا ملک محمد ابراہیم صاحب میل وشارم) اپنے اعذار کے باعث اس اجلاس میں شریک نہ ہوسکے۔

❀ ❀ ❀

وفیات

از: مولانا محمد اللہ قاسمی
شعبۂ انٹرنیٹ، دار العلوم دیوبند

مولانا عبد الرشید بستوی سابق استاذ دار العلوم کا انتقال

دار العلوم دیوبند کے سابق استاذ ادب عربی اور جامعہ امام انور دیوبند کے صدر المدرسین مولانا عبد الرشید بستوی کا ۲۵/اکتوبر ۲۰۱۸ء کی شام مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ مولانا مرحوم کی عمر تقریباً باون سال تھی۔ وہ شوگر اور جگر وغیرہ کے عارضہ میں مبتلا تھے؛ لیکن ظاہری طور پر زیادہ قابل تشویش بات نہیں تھی۔ ۲۵/اکتوبر کی صبح کچھ بیمار ہوئے اور شام تک طبیعت بگڑتی ہی گئی اور بالآخر دیوبند سے میرٹھ جاتے ہوئے راستے میں جان جانِ آفرین کو سپرد کردی۔ دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی اور دیگر حضرات اساتذہ نے مولانا مرحوم کے اہل خانہ کو تعزیت مسنونہ پیش کی۔

۲۶/اکتوبر کو بعد نماز جمعہ دار العلوم کے احاطۂ مولسری میں مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور ''مزار انوری'' میں حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی قبر مبارک کے قریب دفن کیے گئے۔

مولانا عبد الرشید بستوی، عربی زبان و ادب کے ماہر استاذ اور ذی استعداد عالم دین تھے۔ انھوں نے دار العلوم دیوبند میں ۱۹۹۷ء سے ۲۰۰۱ء تک تدریسی خدمات انجام دیں، خصوصاً تکمیل ادب عربی میں آپ انشاء و تمرین کے مقبول استاذ تھے۔

مولانا عبد الرشید بن حاجی گل محمد ضلع بستی کے موضع کمہریا میں ۱۹۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ مقامی مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ شاہی مرادآباد میں تعلیم حاصل کی اور پھر دار العلوم دیوبند آگئے جہاں ۱۹۸۶ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا وحید الزمان کیرانویؒ کے دامن تربیت سے وابستہ رہ کر عربی زبان وادب میں مہارت حاصل کی۔ فراغت کے بعد کچھ سال دار العلوم الاسلامیہ بستی اور جامعۃ القرآن والسنۃ بجنور میں مدرس رہے۔

۲۰۰۱ء میں وہ جامعہ امام محمد انور دیوبند میں استاذ مقرر ہوئے جہاں انھوں نے اس نوزائیدہ مدرسہ کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔ وہ مدرسہ کے صدر المدرسین بھی رہے۔ انھیں بانی جامعہ حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ کا بڑا اعتماد حاصل تھا۔ انھوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی متعدد کتابوں (خاتم النّبیین ﷺ فارسی، نوادرات کشمیری اردو) وغیرہ کا عربی ترجمہ بھی کیا۔ اس سے قبل وہ مرکز المعارف برانچ دیوبند سے بھی وابستہ رہے اور متعدد کتابوں کی تعریب و تحقیق کا اہم کام انجام دیا، ان میں سے بعض کتابیں شیخ الہند اکیڈمی سے بھی شائع ہوئی ہیں۔ ماہنامہ الداعی میں بھی آپ کے وقیع مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ اردو اور عربی دونوں زبانوں کے بہترین قلمکار تھے۔

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نئی کتابیں

(۱)

نام کتاب	:	الدروس النحويه مع التمرين للمدارس الإسلاميه
تالیف	:	جناب مولانا محمد علی بجنوری قاسمی، استاذ دارالعلوم دیوبند
تعریب	:	جناب مولانا محمد ناظم بجنوری قاسمی، استاذ دارالعلوم دیوبند
صفحات	:	۱۱۲ ، قیمت: (درج نہیں)
ناشر	:	ادارۃ الصدیق دیوبند
تعارف	:	مولانا اشتیاق احمد قاسمی، مدرس دارالعلوم دیوبند

====================

عرب کہتے ہیں: ''**النحو في الكلام كالملح في الطعام**'' اس کا مطلب ہے: علم نحو کی حیثیت عربی زبان میں ایسی ہے جیسی نمک کی حیثیت کھانے میں ہوتی ہے، کھانا نمک کے بغیر کھایا نہیں جاتا اسی طرح عربی زبان نحوی اصول وضوابط کی رعایت کے بغیر بولی نہیں جاسکتی، جس طرح کھانے کے ہر جز میں نمک داخل ہوتا ہے اور اپنا اثر چھوڑے ہوے ہوتا ہے؛ اسی طرح نحوی قواعد ہر لفظ میں نفوذ کیے ہوے ہوتے ہیں؛ لیکن نمک کی مقدار کی طرح نفوذ آخری حرف تک ہی محدود رہتا ہے، علم نحو علم صرف کی بہ نسبت وسعت رکھتا ہے، اس کی اصطلاحات بھی زیادہ ہیں، فلسفیانہ بحثیں بال کی کھال نکالنے جیسی ہیں، طلبہ کے لیے نحوی بحثوں پر قدرت حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے، اس دشواری کو ہر زمانے میں ماہرین نے محسوس کیا اور اس کا حل پیش کیا ہے، حضرت مولانا محمد علی بجنوری زید مجدہ اس میدان کے معروف شہسوار ہیں، متعدد کتابیں لکھ کر اور دارالعلوم میں معین المدرسین کو تربیت دے کر انھوں نے اپنا ایک مقام بنایا اور اپنی شخصیت کو متعارف کرایا ہے، نحو وصرف کی تدریس کی تربیت کے پروگراموں میں بلائے جاتے ہیں، افریقہ وغیرہ کے شائقین نے اردو نہ جاننے کی وجہ سے عربی

ترجمہ کی خواہش کی، اسی کی تکمیل کے لیے ''الدروس النحویه'' کا عربی ترجمہ وجود میں آیا، کتاب میں اصطلاحات کی نہایت جامع تعریف لکھی گئی ہے، تمرینات کے ذریعے قواعد کے استحضار کی تدبیریں کی گئی ہیں، مترجم زیدعلمہ موصوف کے شاگرد رشید ہیں انھوں نے دائرۂ افادیت بڑھانے کے لیے عناوین اور حواشی کا اضافہ کیا ہے، ''اسمائے عدد'' کی بحث اصل کتاب میں نہیں تھی اس کو بھی بڑھایا ہے، اخیر میں مآخذ ومراجع کی فہرست دی ہے، اس میں درج چھبیس کتابوں اور ''فٹ نوٹ'' میں اس کے حوالہ جات کو دیکھ قاری کے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔

راقم حروف کی نگاہ میں مؤلف ومترجم کی محنت قابل قدر اور لائق تحسین ہے، طباعت کا معیار اچھا ہے؛ البتہ خط باریک رکھا گیا ہے، اگر اگلے ایڈیشن میں قدرے جلی کردیا جائے تو پڑھنے والوں کو زیادہ سہولت ہو۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی خدمت کو قبولیت سے نوازیں! وباللہ التوفیق۔

===================

(۲)

نام کتاب	:	تذکرہ حضرت آہ مظفرپوری مع کلیاتِ آہ
تالیف	:	مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی بانی ومہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور (بہار)
ناشر	:	مفتی ظفیر الدین اکیڈمی جامعہ ربانی منوروا شریف
صفحات	:	۷۲۴، قیمت: پانچ سو روپے
سن اشاعت	:	۲۰۱۸ء / ۱۴۳۹ھ
تعارف	:	مولانا اشتیاق احمد قاسمی، مدرس دارالعلوم دیوبند

===================

حضرت مولانا عبدالشکور آہ مظفرپوری (۱۸۸۱ء تا ۱۹۴۶ء) دارالعلوم دیوبند کے اس مایہ ناز فرزند کا نام ہے، جس کو حضرت شیخ الہند مولانا محمودحسن دیوبندیؒ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے، بدعات سے مسموم کان پور کی فضا میں جس نے اپنے استاذ محترم کے ذریعے دیوبندیت کی دھاک بٹھائی، جس کو معقولات کے ساتھ منقولات میں اپنے معاصرین میں امتیاز حاصل تھا، جامع العلوم مظفرپور، دارالعلوم مئو اور شمس الہدیٰ پٹنہ میں منطق وفلسفہ کے ساتھ فقہ وحدیث کی کتابوں کا مثالی درس دیا، علمی کمالات کے ساتھ ادب و انشاء میں امتیاز، کمال اور برتری بہت کم علماء کے حصے میں آتی ہیں،

[Website: DifaAhleSunnat.com]

موصوف اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں شستہ اور شگفتہ انداز میں لکھتے تھے، شاعری میں زبان وبیان کے ساتھ فکر وفلسفہ کی باریکی، پاکیزگی، ندرت، دل کشی، حکمت آفرینی اور وارفتگی وشیفتگی خوب ملتی ہے، معرفتِ الٰہی، مفراقبۂ محبوب اور وصل وفصل کے رموز بڑی کامیابی سے بیان فرماتے ہیں- شاعری میں کہیں غالبؔ کی رعنائی کے ساتھ ایہام وابہام دکھائی دیتا ہے؛ تو کہیں میرؔ کا سُرود؛ کہیں اقبالؔ کا آہنگ اور کہیں جگرؔ کا نغمہ سنائی دیتا ہے۔ معرفتِ الٰہی میں حیرانی، مراقبۂ ذات، آہ سحرگاہی اور وصل کی تڑپ کی تعبیر کس طرح کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے!

گردش میں آفتاب بھی ہے ماہ تاب بھی
منزل کا تیری ملتا کسی کو نشاں نہیں

کس دن ترا خیال ہمیں جانِ جاں نہیں
گزری وہ کون رات کہ آہ وفغاں نہیں

================

کعبے میں تم ملے، نہ کلیسا میں تم ملے ❁ روزِ ''الست'' سے تمہیں ڈھونڈا کہاں نہیں

================

تم سراپا ناز ہو، ہم ہیں سراپا آروز ❁ کشمکش ہے کس طرح سے وصل، آخر کار ہو

================

آیا خیال جب کبھی تصویر یار کا ❁ ایسے خموش ہم ہوے گویا زباں نہیں

امید وصل میں مایوسی کے بعد کی کیفیت کی تعبیر دیکھیے!

امید وصل نے کیسی دکھائی آہ مایوسی ❁ کہ ہم پینے کو ہردم ساغرِ زہرآب رہتے ہیں

سہلِ ممتنع کی مثال ملاحظہ کریں:

ہم سے ملنے میں وہ بہانہ کریں ❁ عذر اغیار سے ذرا نہ کریں
میں ہوں بیمار چشمِ نرگس کا ❁ دوست میرے، مری دوا نہ کریں
ہے تواضع یہی، یہی تسلیم ❁ سر کو سجدہ سے ہم جدا نہ کریں

دردوغم کو میرؔ کی طرح بڑے عمدہ انداز میں بیان کرتے ہیں:

کسی کو کیا خبر دردِ جگر کی ❁ تڑپ کر آہ ہم نے شب بسر کی

================

ناصح نہ پوچھ مجھ سے میرے رنج ویاس کو ❁ خاطر جو ہو ملول تو ممکن بیان نہیں

==============

اپنی اسلامی شاعری کی پاکیزگی اور بلندی کو بیان کرتے ہوئے، کہتے ہیں:

فیض روح القدس سے، اے آہ میں ہوں مستفیض

میری نظمیں کاشفِ اسرار قرآں ہوگئیں

موصوف کی شاعری کے یہ چند نمونے ہیں، پوری کلیات معنویات سے لبریز اشعار کی دستاویز ہے، عربی اور فارسی زبان میں بھی نظمیں اور قصیدے ملتے ہیں۔ اصناف کے لحاظ سے مفتی اختر امام عادل قاسمی زید مجدہٗ نے مرتب فرمایا ہے، اس میں قصیدہ، نظم، غزل، مرثیہ، رباعی اور قطعات ہیں، تاریخی قطعات بھی نظر آئے، قصائد میں جہاں طربیہ اور نشاطیہ اسلوب ہے، وہیں مراثی میں غم ناکی بھی بے پناہ ہے، حضرت آہ نے اپنی شاعری کو دیوان کے انداز میں حروفِ تہجی پر مرتب فرمایا تھا؛ مگر دس بارہ حروف پر اشعار نہیں تھے؛ اس لیے مرتب نے صنفی ترتیب کو مناسب سمجھا، ترتیب نہایت عمدہ ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت آہ کی سوانح مرتب ہوئی، گویا ان کو دوبارہ زندگی مل گئی، اگر یہ سوانح اور کلیات مرتب نہ ہوتیں تو موصوف کو ہم سب جان نہیں سکتے تھے، قارئین کو نام میں لفظ ''تذکرہ'' سے دھوکہ نہ ہو، یہاں تذکرہ کے اصطلاحی مراد نہیں؛ بلکہ ''سوانح'' کے معنی میں ہے۔ محقق مرتب نے مجموعے میں صوبۂ بہار کی علمی، ادبی اور فنی تاریخ بھی شامل فرمائی ہے، مفید حواشی بھی لکھے ہیں جن سے کلیات کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور درآئی شخصیات، مقامات اور مبہمات سے قاری متعارف ہوجاتا ہے، موصوف کی محنت قابلِ داد اور لائق ستائش ہے، رسم الخط باریک ہے اگر قدرے جلی ہوتا تو بہتر تھا اور بعض جگہ پُروف ریڈنگ کی غلطیاں رہ گئی ہیں، مثلاً ''بوچڑ خانہ'' (ص۱۲۶) کا املا غلط ہے، ''ڑ'' کی بجائے ''ر'' ہے، ایک جگہ ''کاکوں'' کو ''کالوں'' (ص۶۲۲) لکھا ہے وغیرہ اگر اگلی اشاعت میں اس پر توجہ دیں تو بہتر رہے گا۔

بہرکیف! کتاب بڑی عمدہ اور مفید ہے، محنت سے لکھی گئی ہے، کلاسیکی ادب میں اس کے مقام ومرتبہ سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا، اللہ کرے موصوف کی کاوش شرفِ قبول حاصل کرے!

❁ ❁ ❁

[Website: DifaAhleSunnat.com]